چاند بجھ گیا

سرلا دیوی

002
www.taemeernews.com

چاند بجھ گیا

سرلا دیوی

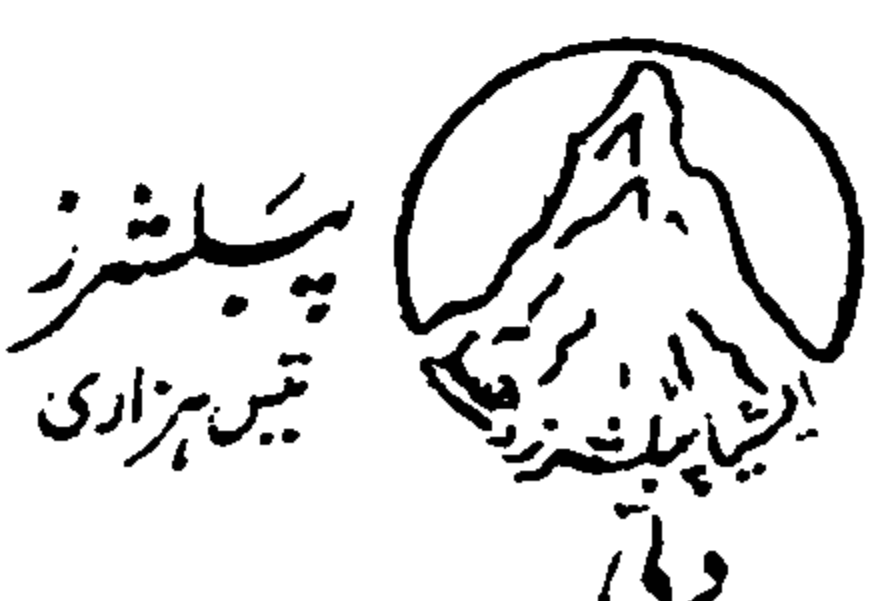

ایشیا پبلشرز
۵ بھارگو لین
تیس ہزاری
دِلی

www.taemeernews.com

مصنفہ کی تصانیف

کلنک (افسانے)

چاند بجھ گیا (افسانے)

مطبوعہ۔ اشوک پریس لمیٹڈ، دلی

اشاعت	قیمت	بار اوّل
جولائی سنہ ۱۹۵۴ء	۲/۸	۱۰۰۰

004
www.taemeernews.com

ترتیب

چاند بجھ گیا	11
نرک کے دروازے سے	27
شاردا	53
آنسو	75
اب اپنا راج ہے	89
پہلی گلابی کرن	111
جوالامکھی سلگ رہا ہے	129
جہاں ماں بننا عذاب ہے	155
نیا جنم	175

دیباچہ

ادبی قابلیت موروثی جائیداد نہیں ہے جو کسی خاندان کے ہر فرد کو برابر تقسیم کی جا سکے۔ کبھی کبھی ایسا ضرور ہوا ہے کہ ایک ادیب کی اولاد میں بھی کوئی ادیب ہوا ہے۔ جیسے منشی پریم چند کے بیٹے امرت رائے، سجاد حیدر یلدرم اور نذر سجاد حیدر کی بیٹی قرۃ العین حیدر اور گوربخش سنگھ کے بیٹے نوتیج۔ مگر ہندوستان تو کیا دوسرے ملکوں کی ادبی تاریخ میں سوائے انگلستان کے [illegible] خاندان کے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی خاندان کی ایک ہی نسل میں دو یا تین ممتاز ادیب پیدا ہوئے ہوں۔ یہ فخر صرف کرشن چندر کے خاندان کو نصیب ہوا ہے کہ کرشن چندر کے علاوہ ان کے چھوٹے بھائی مہندر ناتھ اور بہن سرلا دیوی نے بھی ادب کے میدان میں نام پیدا کیا ہے۔

سرلا کا تعارف کرانا اب غیر ضروری ہے کیونکہ ان کے افسانے ہندوستان کے اکثر ممتاز رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں اور ان کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ "کلنک" چند برس ہوئے شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ مگر ان کے بارے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ سرلا صرف کرشن چندر کی چھوٹی

بہن ہی نہیں ہے بلکہ وہ اپنی منفرد ادبی شخصیت رکھتی ہے۔ اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ اس کے افسانے کرشن چندر کی دھیمی سی کاپی "کاربن کاپی" ہوں گے تو یہ غلط ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سرلا کے ادبی ذوق کو کرشن چندر نے پروان چڑھایا ہو۔ شاید یہ بھی لکھنا سکھایا ہو اور اصلاح بھی کی ہو۔ مگر سرلا کا اسٹائل اس کا اپنا ہے، اور اس کی کہانیوں کا مواد ایسا ہے جو کرشن چندر تو کیا کسی مرد کو بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ صرف ایک عورت کی حساس نظر عورت کے نفسیاتی کردار کی ان گہرائیوں تک پہنچ سکتی ہے جو سرلا کی کہانیوں میں پائی جاتی ہیں۔

سرلا کی کہانیوں کا موضوع ہے " نئے ہندوستان کی نئی عورت" جو ایک سسکتے ہوئے نظام کے فرسودہ بندھنوں میں الجھی ہوئی ہے مگر جس کی مجروح احساس کی کوکھ سے ایک نیا سماجی نظام جنم لینے والا ہے۔

سرلا کی اکثر کہانیوں پر ایک عمیق اداسی چھائی رہتی ہے۔ وہ اداسی جو ہندوستان کی بیشتر عورتوں کی معصوم زندگی پر چھائی رہتی ہے۔ وہ کالج کی فیشن ایبل لڑکیوں کے رومان قلمبند نہیں کرتی اس کے افسانوں میں نہ حجاب امتیاز علی کی "[illegible]" ہیں نہ قرۃ العین حیدر کا ماضی کی دنیا میں خوش گپیاں کرنے والے نوجوانوں کا ہجوم ہے۔ اس کے برعکس عصمت چغتائی کا بے پناہ نشتر جیسا تیز طنز بھی نہیں ہے جو سماج کے پھوڑوں کی چیر پھاڑ اس بیدردی

سے کرتا ہے جس سے لاجواب نہیں تو معتبر ہے۔ اس کے افسانے
سماجی اور نفسیاتی حقیقت کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان میں آپ کو
نعروں کی گونج نہیں ملے گی۔ مگر اس کے افسانے پڑھ کر آپ ان انقلابی
نعروں کے اصلی معنی سمجھ سکیں گے۔ بہرحال اس کے افسانے المیہ ہیں
بیماری، بیکاری، تھکاوٹ، زندگی سے اکتاہٹ، سماجی قیود،
اقتصادی مشکلات ...... یہ سب سرلا کے افسانوں میں ہوتا ہے۔
مگر اس کے ساتھ اس کی نظر اس "پہلی گلابی کرن" تک بھی پہنچی
ہے جو پھیلے ہوئے اندھیرے میں سے پھوٹ رہی ہے۔

زیر نظر مجموعے میں پہلا افسانہ "چاند بجھ گیا" ہے جو ایک
نوجوان عورت کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ ایک خوبصورت نئی
بیاہی دلہن جس کا سہاگ مفلسی کی وجہ سے دق کا شکار ہو چکا
ہے .... پہلی تین سطروں ہی میں سرلا کس کامیابی کے ساتھ
اس عمیق مایوسی کا ماحول پیش کرتی ہے۔

"جب سے ڈاکٹر جواب دے کر گیا تھا، گھر میں ایک منحوس سی خاموشی چھا گئی
تھی۔ سب غیر معمولی طور پر چپ ہو گئے تھے۔ ان کے ہونٹوں سے ہنسی
یکسر غائب ہو گئی تھی۔ وہ چل پھر رہے تھے مگر سایوں کی طرح خاموش..."

اور پھر جونہی اپنی زندگی کے المیہ کو یاد کرتی ہے......
کس طرح افلاس اور اقتصادی مشکلات نے ان کی محبت کا
گلا گھونٹ دیا تھا۔

www.taemeernews.com

"زندگی کی چکی میں پستے پستے ان کے جذبات بھی سرد پڑ گئے تھے۔ اب کئی کئی دن وہ ایک دوسرے سے بات نہ کرتے.... رات کو اپنے اپنے جوئے سے مکتی پاکر نیم جان سے چارپائی پر پڑ رہتے۔ پیار کرنے کو، چاؤ سے باتیں کرنے کو، دیکھ کر مسکرانے کو زندگی میں کچھ نہ رہا تھا۔ چاند ان کے لئے بجھ گیا تھا...."

ان الفاظ میں صرف ایک عورت اور ایک مرد کا ہی نہیں ایک پورے طبقے کا المیہ ہے — وہ طبقہ جو زندگی کی چکی میں اس طرح پس رہا ہے کہ ان کے لئے محبت، نغمہ، شعر، چاند سب کچھ مر گیا ہے۔

مگر سہ لاکے اپنے اور اس کے کرداروں کے احساس میں اس آکاس کی "پہلی گلابی کرن" موجود ہے جو اس اندھیرے کے بعد آنیوالا ہے۔ عورت کے سامنے بھی اس کی متوہنی کے احساس سے زندگی اور روشنی کا تصور دور نہیں ہوتا۔

"نہیں نہیں میں نہیں مرونگی۔ میں جیوں گی۔ میں نے اس دنیا میں ایک نئی زندگی کو جنم دیا ہے۔ کیا دنیا اس کے بدلے میں مجھے میری زندگی کا دان نہیں دے گی؟ مجھے میری زندگی کا دان دیا جاسکتا ہے۔ میرا علاج کرا کر، مجھے اچھی غذا دے کر، ہوا اور روشنی دے کر۔ یہ میرا حق ہے......"

اس کی "شاردا" مذہبی اور سماجی تعصبات کی دیواروں

009 www.taemeernews.com

کو ڈھاکرانی نیت کی اس اونچے تصور تک جا پہنچتی ہے جہاں ہندو اور مسلمان، عیسائی اور سکھ کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔

"جب تم پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھو گی جب تم کو اپنے تعصبات کا بھوت ستائے گا.... جب تک ہم آگے ایک نئے افق کی طرف تکتے رہیں گے تب تک ہمیں کبھی احساس نہیں ہوگا کہ ہم ہندو اور مسلمان ہیں..."

اور اس کی رفیوجی ابلا اندراجیب روایت پرست ماں باپ کی محبت سے محروم ہو جاتی ہے تب اسے انسانیت کی "پہلی کلکاری کرن" نظر آتی ہے۔ گھر کی نوکرانی رتنی کی آنکھوں میں.... غریب رتنی جو گنوار اور ان پڑھ ہو کر بھی بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں سے زیادہ سمجھ بوجھ اور بہت سے نام نہاد دھرماتماؤں سے زیادہ انسانیت رکھتی ہے۔

سرلا نے دہلی میں رہ کر رفیوجیوں کی زندگی کو قریب سے اور ہمدردی سے دیکھا ہے۔ "اب اپنا راج ہے" ایسے ہی بے گھروں کی کہانی ہے جن کو آزادی کے خوش آئند خواب کی نہایت بھیانک تعبیر دیکھنی پڑ رہی ہے۔

سرلا کی اکثر کہانیاں غریبوں، کلرکوں، مزدوروں اور رفیوجیوں کی کہانیاں ہیں۔ ان میں ہمیں اپنے نچلے درمیانی طبقے اور خصوصاً اس طبقے کی عورتوں کی زندگی کی سچی تصویر ملتی ہے۔ مگر یہ تصویر کبھی کبھی ضرورت سے زیادہ تاریک اور مایوس کن ہو جاتی ہے۔

010 www.taemeernews.com

کبھی کبھی یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ اس سماج کے افراد میں اگر قہقہہ بر
لگ گئی ہے نہ ہو تو مسکراہٹ کی امید افزا چمک تو ہونی چاہیے۔ آخر
ہمارے عوام کا سب سے بڑا کارنامہ تو یہی ہے کہ وہ نہایت دل شکن اور
خوفناک حالات میں مفلسی اور ظلم کے باوجود وہ پھر بھی مسکراتے ہیں
ہنستے ہیں، گاتے اور ناچتے ہیں۔ محبت کرتے ہیں۔

اگر سماج مجھے مشورے کا حق دیں تو میں ان سے صرف اتنا
کہوں گا کہ زندگی کے اس روشن رخ کو نظر انداز نہ کریں۔ اور
"چاند سمجھ گیا" کے سامنے ایک سوالیہ نشان نہ بنا دیں۔ بلکہ انسانیت
اور محبت اور زندہ دلی اور ہمدردی کا چاند (جس کی ہنسی بکھری کرن"
انھوں نے خود دیکھی ہے) کبھی نہیں بجھ سکتا ... کبھی نہیں۔

خواجہ احمد عباس

011
www.taemeernews.com

جب سے ڈاکٹر ہو کر گیا تھا، گھر میں ایک منحوس سی خاموشی چھا گئی تھی۔ سب غیر معمولی طور پر چُپ ہو گئے تھے۔ اِن کے ہونٹوں سے ہنسی یکسر غائب ہو گئی۔ وہ چل پھر رہے تھے، مگر سایوں کی طرح خاموش۔ ان کے چہرے ایک سا تھ لمبے لمبے ہو گئے۔ ان کی آنکھوں کی سفیدی ضرورت سے زیادہ نمایاں ہو گئی تھی اور چیزوں کو پکڑتے اور اُٹھاتے وقت اُن کی انگلیاں کانپ جاتی تھیں۔ گھر کے لوگوں میں اس تبدیلی کو موہنی نے بخوبی محسوس کیا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ کمرے میں جو شخص بھی داخل ہوتا ہے، اس سے آنکھیں نہیں ملاتا بلکہ جلد سے جلد باہر چلے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اُس نے ایک دو بار دریافت بھی کیا کہ ڈاکٹر کیا مرض بتا گیا ہے، مگر کسی نے تسلی بخش جواب نہ دیا تھا۔ سب لوگ اس سے کچھ چھپانا چاہتے تھے۔ وہ اس کی آواز سُن کر چونک پڑتے تھے اور ایک بار آنکھیں ملا کر فوراً نظریں چرا جاتے تھے۔ موہنی کو کسی نے

012 www.taemeernews.com

کچھ نہ بتایا لیکن وہ سب کچھ جان گئی۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا تجربہ نہ تھا اس قسم کے تجربہ سے وہ پہلے بھی ایک بار دوچار ہو چکی تھی۔

لیکن پہلے تجربہ میں اور دوسرے تجربہ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اُس دفعہ موہنی چارپائی پر نہیں پڑی تھی۔ اُن دنوں وہ تندرست تھی۔ خوب صورت تھی۔ اس کے رخساروں کی رنگت گلابی، اور ہونٹوں کی سُرخی تازہ تھی۔ چارپائی پر اس کے پتا پڑے تھے۔ بخار نے اُن کا خون اور گوشت گھلا ڈالا تھا۔ اور ہڈیاں پیلی مردہ کھال کے نیچے بے ڈھنگے سے انداز میں پڑی رہ گئی تھیں۔ وہ چار مہینے سے بیمار تھے۔ پہلے ڈاکٹروں نے معمولی بخار بتایا۔ پھر ملیریا۔ ٹائیفائیڈ اور پھر ایک دن سارے گھر میں آج کی طرح سناٹا چھا گیا۔ خوف و حراس سے سب کانپ اُٹھے۔ ہمت اور حوصلہ جواب دے گیا۔ گھر میں موت کے سیاہ پروں کا سایہ پھیلتا دکھائی دیا۔ ڈاکٹروں نے اس کے پتا کو تپ دق کا مریض قرار دے دیا تھا۔ آج پھر موہنی کی آنکھوں کے آگے اُس کے بیمار پتا کی تصویر گھومنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد یہ تصویر دھندلی پڑنے لگی اور اس میں سے ایک نئی تصویر اُبھرنے لگی ——— یہ دوسری تصویر موہنی کی تھی ——— موہنی کو سمجھنے میں کچھ دیر نہ لگی کہ اس نے اپنے پتا کی چارپائی سنبھال لی ہے۔

013 www.taemeernews.com

دق۔ ٹی بی ——— موہنی کی چھاتی میں برچھیاں سی اُتر گئیں۔ وہ لرز اُٹھی۔ اس کا سارا بدن پسینہ سے شرابور ہو گیا۔ کیا اسے واقعی دق ہو گئی ہے؟ کیا اس کی زندگی میں واقعی گھن لگ گیا ہے؟ موت

موت کا خیال آتے ہی موہنی کا سر جھکرا گیا۔ موت کے خوف نے اس کی روح کو جکڑ لیا ——— لیکن دوسرے لمحہ یہ خوف کافور ہو گیا۔ اس کی جگہ چنتا نے لے لی۔ 'میں مر جاؤں گی تو میرے بعد میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ میری سوتیٹ کا اور میرے اِس منّے کا جس کا میں ابھی نام بھی نہ رکھ پائی ہوں؟' اور گویا موہنی کے لئے زندگی اور موت کے تمام مسائل سمٹ کر اس مسئلہ میں سما گئے ——— 'میرے بچوں کا کیا ہوگا۔ میرے بچوں کا کیا ہوگا۔'

اس کا تخیل تصویر پیش کرنے لگا ——— 'وہ موت کا شکار ہو گئی ہے ——— مر گئی ہے۔ اس کے بچے بھوکے پیاسے پڑے بلک رہے ہیں۔ کسی نے ان کے بالوں کو نہیں سنوارا۔ کسی نے ان کے کپڑے نہیں بدلے۔ کسی نے ان کے ماتھوں پر نظر سے بچنے کے ٹیکے نہیں لگائے۔ یکایک اُس کا پتی ایک غیر عورت کو لے کر گھر میں آیا۔ وہ عورت بہت خوب صورت ہے۔ اُس نے اُسکے کپڑے اور زیور پہنے ہوئے ہیں۔ لیکن جونہی وہ اُس کے بچوں کو دیکھتی ہے

014
www.taemeernews.com

اس کی تیوریاں چڑھ جاتی ہیں۔ چہرے کے خطوط بگڑ جاتے ہیں۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے ہیں ..... اور پھر ـــــ پھر وہ بچّوں سے دن بھر گھر کا کام کراتی ہے۔ اور شام کو اُن کی جھوٹی جھوٹی شکایتیں کر کے اپنے شوہر سے پٹواتی ہے اور رات کے تاریک سنّاٹے میں بچّے اپنی ماں کو یاد کر کر کے روتے رہتے ہیں، بلکتے رہتے ہیں اور پھر تھک کر سو جاتے ہیں، کیا میرے بعد میرے بچّوں کا یہ حال ہوگا؟ ـــــ موہنی پریشان اُٹھی، 'نہیں۔ نہیں۔ میں جیوں گی۔ میں اپنے بچوں کی خاطر مرض سے لڑوں گی۔ مرض کو شکست دوں گی'!

موہنی زندہ رہنا چاہتی تھی۔ اس نے سدا زندوں کی طرح رہنا چاہا تھا۔ اس نے غریب شیکھر سے اپنی ماں کی مرضی کے خلاف صرف اس لئے شادی کی تھی کہ شیکھر سے جُدا رہ کر وہ جیتے جی مرجاتی۔ مُردوں کی طرح جینا اُسے پسند نہ تھا۔ وہ بہت خوب صورت تھی۔ غریب ہوتے ہوئے بھی اس کے لئے اچھے گھرانوں کے رشتے آئے تھے۔ وہ اگر چاہتی تو کسی امیر گھرانے میں شادی کر کے زندگی عیش سے گزارتی۔ لیکن اس نے ہر قسم کے بوجھ اور لالچ کو تیاگ کر شیکھر سے پریم وِواہ کر لیا ـــــ شیکھر جو ۱۲۵ روپیہ ماہوار کا کلرک تھا۔

شادی کے بعد ایک سال اُنہوں نے بڑے سُکھ اور شانتی میں

015 www.taemeernews.com

بنایا تھا۔ جیون مسکراہٹوں اور قہقہوں کی لڑی بن گیا تھا۔ اُن کی صُبحیں روشن، شامیں سلونی اور راتیں کجراری تھیں۔ گھر میں فرنیچر نہ تھا، رنگ بیں ریشمی کپڑوں کے ڈھیر نہ تھے۔ مخملی ڈبوں میں زیور نہ تھے۔ سیر کے لئے کار اور تفریح کے لئے روپے نہ تھے۔ مگر محبت تھی۔ خوشی تھی، شانتی تھی۔ گھر میں دو پرانی تھے۔ جو تنخواہ ملتی اس میں گزر کر لیتے اور زندگی کی دوسری آسائشوں کی کمی کو اُن خوابوں سے پورا کرتے جو دونوں مل کر اس وقت دیکھا کرتے جب رات کا کاجل رچ جاتا۔ ستارے بڑے بڑے ہیروں کی طرح آسمان کی گہری نیلی مخمل پہ جگ مگ کرنے لگتے اور چاند آسمان کی پیشانی پر جھومر کی طرح جھمکنے لگتا۔ وہ خواب دیکھا کرتے ——— 'ہمارے بچہ ہوگا۔ ہم اُسے بڑے پیار سے پالینگے پڑھائیں گے، لکھائیں گے۔ وہ بڑا ہوکر ایک خوب صورت جوان نکلے گا اور ہم بوڑھے ہوکر آرام کی زندگی گزاریں گے' ۔ سچا سادہ معصوم خواب۔ زندگی سے اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے بچے کے لئے ایک درخشاں مستقبل کی آس جس دن ان کو اپنے اس خواب کے پورا ہونے کی آس بندھی، وہ کس قدر خوش تھے۔ اُن کی آنکھوں کے تلے ناچ رہے تھے اور ان کے کانوں میں اُن کے ہونے والے بچے کی کلکاریاں گونج رہی تھیں۔ انہوں نے بڑے شوق اور بیقراری

016 www.taemeernews.com

سے اُس دن کا انتظار کرنا شروع کیا جب ان کا بچہ ان کی گود میں آئیگا۔
لیکن موہنی کو جُوں جُوں دن چڑھنے لگے، یہ شوق، یہ بے قراری
مرجھاتی گئی۔ موہنی کی صحت گرنے لگی۔ وہ تھکی تھکی سی رہنے لگی۔ اس
کے گالوں کا گلابی پن اور ہونٹوں کی سُرخی غائب ہونے لگی۔ تاچنتی
ہوئی پُتلیوں پر تھکی ہوئی پلکیں پڑی رہنے لگیں۔ شیکھر اسے ڈاکٹر کے
پاس لے گیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کیا اور بتایا کہ جسم میں خون کی بہت
کمی ہے۔ اُسے وٹامن چاہئیں اور ایکسٹرا کیٹ چاہیئے۔ خوراک
میں مکھن، گھی۔ دودھ پھل زیادہ ملنے چاہئیں۔ اور پورا آرام دیا جائے۔
وہ دونوں وہاں سے لوٹ آئے۔ لیکن اب ان کے درمیان ایک
پیارا سندر بالک ہی نہ تھا، ان کے درمیان دوائیں پھل۔ دودھ
گھی۔ اور ایک نوکر بھی تھا۔ موہنی سوچ رہی تھی کہ بناسپتی کی بجائے
اسے اصلی گھی کھانا چاہیئے۔ صحت اچھی ہونے پر ہی بچہ تندرست
پیدا ہو سکے گا مگر ان سب چیزوں کے لئے روپیہ چاہیئے۔ روپیہ
اور پہلی بار اس کی زندگی میں روپے کی اہمیت ابھر کر سامنے آئی۔
پہلی بار اسے احساس ہوا کہ شیکھر کی تنخواہ بہت تھوڑی ہے۔
پہلی بار اس کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ شیکھر کے پاس بہت
سی دولت ہو۔ اس کی تنخواہ زیادہ ہو ——— عیش کرنے کے

017 www.taemeernews.com

لئے نہیں بلکہ ایک صحت مند زندگی گزارنے کے لئے۔ ایک صحت مند بچے کی ماں بننے کے لئے۔ ایک جیو آتما کو جنم دینے کے لئے۔

لیکن شیکھر ایک کلرک تھا۔ اس کی تنخواہ بندھی ہوئی تھی اور بندھی ہوئی آمدنی میں بنا پیتی گھی اور چائے کے بھورے پانی کے علاوہ کسی اور چیز کی آشا کرنا پاگل پن تھا۔ موہنی کا چہرہ مرجھا گیا۔

اب ہر لمحہ اور ہر قدم پر موہنی کے سامنے تلخ حقیقت آ کھڑی ہوتی۔ زندگی کے متعلق جو رومان انگیز تصور اس نے باندھے تھے، وہ اب منہ چڑاتے ہوئے بھاگنے لگے۔ موہنی کو محسوس ہونے لگا کہ وہ اپنے کو دھوکا دے رہی تھی۔ وہ ایک خیالی دنیا میں رہ رہی تھی جن چیزوں کی ضرورت کو اس نے شیکھر کی محبت میں فراموش کر دیا تھا، وہ اب کانٹوں کی طرح اس کی زندگی کے راستے میں آن کھڑی ہوئیں ہیں اب موہنی کے دن شیکھر کے دفتر سے آنے کی آس میں اور راتیں چاند تاروں کے رومان کی تلاش میں گزرنے کی بجائے الجھنوں، تشنگیوں اور محرومیوں کے لمحہ بہ لمحہ گہرے ہوتے ہوئے احساس میں بیتنے لگیں۔

ہر لمحہ ایک نئی محرومی کا احساس ہوتا ——— اور یہ احساس اس کے اور شیکھر کے درمیان جھنجھلاہٹ کی ایک دیوار کھڑی کرنے لگا۔ لیکن یہ سب کچھ صرف ایسے لمحوں میں ہوتا جب موہنی تھکی ہوتی۔ اس کی طبیعت

018 www.taemeernews.com

گری ہوتی۔ کوئی کام کرنے کو جی نہ کرتا اور کام کا اونچا پہاڑ اس کے سامنے ہوتا۔ موہنی کے لئے کچھ طاقت کی دوائیاں لانے اور دودھ وغیرہ منگانے کی وجہ سے تنخواہ ضرورت سے زیادہ ناکافی معلوم ہونے لگی۔ —— اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوائیں پیتے وقت یا غذا کھاتے وقت موہنی کے ذہن میں حساب کی گردان سی ہوتی رہتی ——

'یہ چار روپے کا وٹامن کی گولیاں ہیں۔ لورا یکسٹریٹ کی گولیاں، گیارہ روپے کی آتی ہیں۔ اور دودھ کا بل اکیس تیس روپے آئے گا۔ اور اسے محسوس ہوتا ہے جیسے اگلے مہینے گھر کی گاڑی کسی صورت میں نہ چل سکے گی۔ اور کھایا پیا اسے کچھ نہ لگتا۔ تکان۔ کمزوری۔ پریشانی جھنجھلاہٹ —— اور جیسے موہنی کے مزاج میں ایک غیر معمولی تبدیلی آنے لگی —— ہونٹ کھنچے رہتے اور ماتھے پر ایک شکن ہر وقت پڑی رہتی۔ مگر ایسے لمحہ بھی آتے جب ایک لمحہ کے لئے گھٹائیں چھٹ جاتیں اور چاند اپنی پوری آب و تاب سے نکل آتا۔ انہیں حالات میں موہنی نے ایک بچی کو جنم دیا۔

بچی بہت خوب صورت تھی۔ اس کا گورا گول مٹول معصوم چہرہ دیکھ کر دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی۔ وہ اُسے گود میں لیکر کھلاتے تو ان کے ماتھے سے پریشانی اور تردد کی لکیریں تھوڑی دیر

019 www.taemeernews.com

کے لئے مٹ جاتیں۔ وہ غیر شعوری کشیدگی جو موہنی اور شکھر کے درمیان پچھلے چار پانچ مہینے میں پیدا ہو گئی تھی اک حد تک دور ہو جاتی۔

اب ان کی زندگی میں پھر اک ایسی چیز آ گئی تھی جسے وہ مشترک طور پر پیار کر سکتے تھے۔ جس کے متعلق ہم آہنگی سے باتیں کر سکتے اور جس میں دونوں اپنے غموں کو بھلا سکتے تھے۔ ماحول کی کشیدگی کم ہو گئی تھی۔ مگر یہ سب کچھ جذبات کی سطح پر تھا۔ حقیقت کی سطح پر حالات زیادہ خراب ہو گئے تھے۔ بچی کے ہونے سے دس طرح کے خرچ بڑھ گئے تھے۔ آمدنی کسی طرح نہ بڑھی تھی۔ تنخواہ آتی اور پچھلے مہینے کا حساب چکاتے چکاتے ختم ہو جاتی اور پورے اکتیس دن کاٹنے کے لئے صرف پندرہ روپے ہاتھ میں رہ جاتے ہیں۔ وہ تمام خواہشیں اور وہ تمام منصوبے جو وہ اگلے مہینے پورا کرنے کی امید سے باندھتے خاک میں مل جاتے اور پھر تنگی اور کفایت شعاری اور من کو مارنے کا دور شروع ہو جاتا۔ اس تنگ حالی کے نشانات گھر میں بھی دکھائی دینے لگے۔ کالروں، پتلونوں، ساڑیوں اور پلنگ کی چادروں میں جوڑ اور پیوند نظر آنے لگے۔ جو گلاس یا پیالے ٹوٹ جاتے ان کی جگہ نئے نہ آ پاتے۔ بچی کے کپڑے بنانے کی آرزو پرانی ساڑیوں کو پھاڑ کر

020 www.taemeernews.com

اور ان میں سے بنا پھٹے ٹکڑے نکال کر پوری کی جاتی۔ آنہ دو آنہ کے خرچ پر میاں بیوی میں کھینچا تانی ہوتی۔ سینما اور سیر کرنا یکسر بند ہو گئے۔ پیسے پیسے کا حساب رکھا جانے لگا۔ دونوں میں سے جس کا رشتہ دار یا مہمان آ جاتا اس کی گویا شامت آ جاتی —— دونوں ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے کو دوڑتے۔

بدمزاجی اور چڑچڑاپن ان کے سبھاؤ میں رچ گیا —— ہر وقت گھر میں یہی سنائی دیتا —— 'کھانا ضائع نہ کرو۔ کپڑے نہ بنواؤ۔ کپڑے ہاتھ سے دھوو۔ کوئلہ کم خرچ کرو۔' غرض یہ کہ ذرا ذرا سی چیز پر روک ٹوک شروع ہو گئی۔ اب جب کبھی وہ ساتھ ساتھ بازار جاتے تو ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر مسکرانے اور ایک دوسرے میں گمن رہنے کی بجائے ان کی آنکھوں میں دوسرے مرد عورتوں کے سوٹ، ساڑیاں۔ بلاؤز۔ اور کوٹ زیور۔ بالوں کے جوڑے کھٹکتے۔ زندگی کا سکون غائب ہو گیا۔

محرومی کا احساس ہر لمحہ زیادہ شدید اور گہرا ہونے لگا۔ اور پیار کی وہ دنیا جس میں شادی کے بعد اک سال تک وہ مسکراہٹ اور پیار کے دن گزارتے رہے تھے اب مکمل طور پر برباد ہو گئی تھی۔ شاید اس حد تک بھی تو ہنی زندگی کے مقابلہ میں ڈٹی رہ سکتی

021 www.taemeernews.com

تھی۔ لیکن زندگی نے اس کی صحت کو بھی کھانا شروع کر دیا تھا۔ وہ ہر وقت تھکی تھکی رہتی۔ اس کی کمر اور گھٹنوں میں جان نہ رہی۔ اٹھتے بیٹھتے اس کی آنکھوں کے آگے سیاہی کے دائرے سے پھیلتے اور سمٹتے۔ اس کی جلد کی سفیدی میں سرخی کے بجائے ہلدی جیسی زردی جھلکنے لگی۔ رخسار جو کبھی مسکراہٹ کی وجہ سے سدا دمکتے رہتے تھے، اب مرجھائے مرجھائے رہتے اور ہونٹ کنیر کی باسی کلیوں کی طرح بے رنگ ہو گئے۔

شیکھر کو موہنی کی گرتی ہوئی صحت کا احساس تھا۔ وہ جب دیکھتا کہ بلاؤز جو کبھی موہنی کے انگ انگ کو اجاگر کر دیتے تھے، اب ڈھیلے لٹکتے رہتے ہیں۔ اور چوڑیاں جو کبھی موہنی کی کلائیوں میں چندن کی ریکھاؤں کی طرح نظر آتی تھیں، اب پونچوں میں پڑی رہتی ہیں، تو اس کی چھاتی میں گھونسا سا لگتا۔ وہ اس کو آرام پہنچانے کا پورا خیال رکھتا۔ وہ اپنا پیٹ کاٹ کے اور من مار کے اس کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا رہتا۔ مگر مہنگائی اسے مات دے رہی تھی۔ تنگی کر کے وہ جتنا خرچ کم کرتا تھا اتنا ہی چیزوں کے مہنگا ہو جانے سے خرچ بڑھ جاتا تھا۔ اب وہ ہاتھ پاؤں سے بھی موہنی کی مدد کرتا اور اسے زیادہ سے زیادہ آرام دیتا۔ کپڑے

022 www.taemeernews.com

خود دھوتا بستر خود بچھاتا۔ دفتر سے آکر بچی کو کھلاتا اور جب کبھی موہنی کی کمر یا اس کے سر میں درد ہوتا تو اپنی تھکن بھول کر گھنٹوں اس کا سر دباتا ——— لیکن اس کے قدموں کے نیچے کی زمین سرکتی جا رہی تھی۔ گھر کی حالت سنبھلنے میں نہ آتی تھی اور موہنی کے جسم کی ہڈیاں نمایاں ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

اِسی طرح آرام اور خوشی کے لیے چھینا جھپٹی کرتے کرتے زندگی کے دو سال گزر گئے۔ اب ان کی حالت اس قدر تنگ ہو گئی تھی کہ کھانے میں تنگی کرنے کی نوبت آگئی۔ گوشت کی بجائے اب ان کے ہاں دونوں وقت دال پکنے لگی۔ کوئی مہمان آجاتا یا کچھ لینا دینا پڑ جاتا تو قرض سر پر سوار ہو جاتا ——— زندگی کی چکی میں پستے پستے اُن کے جذبات بھی سرد پڑ گئے۔ اب کئی کئی دن تک وہ ایک دوسرے سے بات نہ کرتے۔ انہیں خیال بھی نہ ہوتا کہ انہوں نے کئی دنوں سے ایک دوسرے سے باتیں نہیں کی ہیں۔ موہنی اپنے حلقہ میں گھومتی رہتی۔ شیکھر اپنے دائرہ میں گردش کرتا رہتا ——— رات کو دونوں اپنے اپنے جوئے سے تھکتی پاکر نیم جان سے چارپائی پر پڑ رہتے۔ پیار کرنے کو، چاؤ سے باتیں کرنے کو، دیکھ کر مسکرانے کو، زندگی میں کچھ نہ

023 www.taemeernews.com

رہا تھا۔ چاند ان کے لئے بجھ گیا تھا اور تارے ان کے لئے چیچک کے سوکھے ہوئے داغ بن گئے تھے۔ اب ان کے دل میں ایک دوسرے کے لئے کوئی جذبہ پیدا نہ ہوتا تھا۔ وہ چپ چاپ گھر میں چلتے پھرتے، کام کرتے۔ پڑ کر سو جاتے کبھی کبھار اک آدھ لفظ منہ سے نکل جاتا، چونک کر نگاہیں مل جاتیں مگر راکھ کی چنگاری کی طرح صرف ایک لمحہ کے لئے ـــــ پھر وہی غیریت ـــــ بے حسی ـــــ مٹیالی مُردنی۔

اِسی غیریت۔ بے حسی۔ مٹیالی مردنی کے سائے میں موہنی دوبارہ حاملہ ہوگئی ـــــ زندگی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی۔ موہنی کے جسم میں بچہ جوں جوں پرورش پانے لگا موہنی کے ہونٹوں کی خشکی، آنکھوں کا پھیکا پن اور رگوں کا نیلا پن زیادہ نمایاں ہوتا گیا۔ جسم نے اس دوسری جان کو سینچنے سے انکار کر دیا۔ موہنی نے کھاٹ پکڑ لی۔ بچہ ہونے سے پہلے ہی حرارت رہنے لگی۔ بچہ ہوا تو بخار نے آدبوچا۔ بخار جڑ پکڑ گیا۔ اور موہنی کی زندگی کی جڑ کھوکھلی ہوگئی۔ اور ایک دن ڈاکٹر نے کہہ ہی دیا: "موہنی کو دق ہوگئی ہے۔"

موہنی کمرے میں پڑی تھی۔ شیکھر اور اس کی بہن، جو تیمارداری

024 www.taemeernews.com

کے لئے آئی ہوئی تھیں، نہ جانے کہاں چلے گئے تھے۔ کمرے ہی میں نہیں بلکہ سارے گھر میں سناٹا تھا۔ پاس ہی پالنے میں بچہ پڑا سو رہا تھا ——— میرا لال، میرا چاند ——— کیا میں اپنے چاند کو اپنی گود میں لے کر نہ کھلا سکوں گی؟ جس کو میں نے اپنے خون سے سینچا ہے، کیا اُسے بے سہارا چھوڑ کر چلی جاؤں گی؟ ——— نہیں! نہیں میں نہیں مروں گی۔ میں جیوں گی! ——— میں نے اس دُنیا میں ایک نئی زندگی کو جنم دیا ہے۔ کیا دُنیا اس کے بدلے مجھے میری زندگی کا دان نہیں دے گی؟ ——— مجھے میری زندگی کا دان دیا جا سکتا ہے ——— میرا علاج کرا کر مجھے اچھی غذا دے کر۔ ہوا اور روشنی دے کر۔ یہ میرا حق ہے میرا حق مجھے ملنا چاہیئے ——— میرا حق مجھے ملنا چاہیئے! اس کی آتما پکار اٹھی۔

لیکن اُس کی آتما کی پکار کسی نے نہ سُنی کیونکہ کمرے میں کوئی نہ تھا اور کھڑکیاں اور روشن دان بند تھے۔

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

نرک کے دروازے سے

027 www.taemeernews.com

لگاتار دو سال فیل ہونے کے بعد جب تیسرے سال اشوک نے بی اے کا امتحان تیسرے درجہ میں پاس کیا تو متوسط درجہ کے نوجوان کی طرح اس کی زندگی میں کوئی دوراہا نہ آیا، مستقبل نے اس کے آگے سوالیہ نشانوں کی باڑ کھڑی نہ کی۔ اس نے محسوس نہ کیا کہ اس کی زندگی دلدل میں آ پھنسی ہے اور ہر لمحہ اس کے پاؤں دلدل میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ وہ اب بھی بدستور پاؤں مار کر اپنی موٹر سائیکل سٹارٹ کرتا اسے دوڑاتا اور اس کی رنگین ٹائی مال روڈ کی رومینٹک فضا میں پھڑ پھڑاتی چلی جاتی تھی وہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور اس کا باپ لاکھوں کی جائداد کا اکلوتا مالک تھا۔ رہنے کے لئے عالی شان کوٹھی تھی۔ پہننے کے لئے درجنوں سوٹ تھے اور حکم چلانے، گالیاں دینے کے لئے بہرے اور نوکر تھے۔

اشوک کو کبھی کوئی فکر نہ ستاتی۔ ہاں کبھی کبھی بار میں

028
www.taemeernews.com

بیٹھے بیٹھے وہ اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیتا اور اس کی سگریٹ جل کر انگلیوں تک آ جاتی اور بیئر کے گلاس میں جھاگ بجھ کر پیلا پانی پڑا رہ جاتا۔ ایسے اوقات میں اس کے احباب بیئر کے گلاس بھر کر اور نئے سگریٹ سلگا کر اس کو دلاسا دیتے اور ان میں سے ایک اس کی ران پر ہاتھ مار کر کہتا: "اماں بس یہی بات ہے جس کے لئے اتنا سر کھپا رہے ہو؟ تمہیں لڑکی ہی تو چاہیئے؟ یہ میرا ذمہ رہا۔ اب پیو۔ لو"۔ وہ گلاس تھام لیتا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آتی اور چہرہ کے گرد سے سگریٹ کا دھواں یکدم چھٹ جاتا۔ اور اسی ہفتہ اس کے ساتھ ہوٹلوں میں ایک نئی لڑکی نظر آتی۔

اشوک کا باپ ٹھیکیدار تھا۔ وہ کیا کرتا تھا اور کس طرح کرتا تھا، اس سے اشوک کو کوئی سروکار نہ تھا۔ اس کے ذمہ بس دو کام تھے۔ دن کو موٹر سائیکل اٹھا کے کالج جانا اور شام کو ڈنر سوٹ پہن کر افسروں کو دعوت دینا، عورتیں پیش کرنا۔ اس کے بعد افسروں سے ٹھیکہ منظور کرانا اس کے والد کا کام تھا۔ اس لئے اشوک کی ہر شام رنگین اور رات خمار آلود ہوتی اور زندگی کی افسردگی اسے چھو نہ پاتی۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی اس کی

029 www.taemeernews.com

زندگی میں اکتاہٹ پیدا ہوجاتی اپنی رنگین شاموں کی یک رنگی سے اس کا من اُوب جاتا اور وہ کوئی نیا ہیجان، نیا تجربہ، نیا لمس پانا چاہتا۔ اُس کی نگاہیں کہیں اٹک جاتیں۔ کوئی جسم اس کی نگاہوں سے ٹکرا کر اس کے دل میں ہیجان پیدا کر دیتا اور وہ بار میں میز پر اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ جاتا۔ اس کی زندگی انہیں الجھنوں کو سلجھانے میں گذر رہی تھی۔

اُن دنوں وہ کسی جج کی بیٹی کے عشق میں گرفتار تھا۔ اس کی شامیں ان ہوٹلوں میں، ان کلبوں میں اور ان پارٹیوں میں گذر رہی تھیں جہاں وہ جاتی تھی۔ اس نے انھیں دنوں ایک نئی کار بھی لی تھی۔ جو اسی ماڈل کی تھی جو اس لڑکی کے پاس تھی۔ اس کے تمام دوست بھی اس دُھن میں سرگرداں تھے کہ کسی طرح اس لڑکی سے تعلقات پیدا کئے جائیں مگر دو ماہ کی مسلسل کوششوں کے باوجود اشوک اس لڑکی سے تعلق قائم نہ کر سکا تھا۔ اس کی افسردگی اور شکست خوردگی بڑھ رہی تھی۔ اب وہ دن میں دو تین بار سوٹ بدلتا۔ دن بھر کار بھگائے بھگائے پھرتا۔ ہوٹل میں بیٹھ کر پیگ پر پیگ چڑھاتا اور دوستوں سے کہتا رہتا کہ وہ اس لڑکی کے بغیر جی نہ سکے گا۔ اسے وہ لڑکی چاہیئے وہ اس

030 www.taemeernews.com

لڑکی سے شادی کرے گا۔ اُس کی پرستش کرے گا۔ اس کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی اس کو سونپ دیگا۔ اس کی وحشت، جنون کی شکل اختیار کرتی جارہی تھی اور اس کے دوست پریشان تھے۔ وہ اپنی سی کرکے ہار گئے تھے۔

ایک دن اسی جنونی کیفیت میں اشوک جب کوٹھی سے نکل کر باہر جارہا تھا تو یکا یک اس کو خیال آیا کہ بہت دنوں سے اس نے اپنے کوٹ میں پھول نہیں لگایا۔ اس کا اصول تھا کہ اپنی کوٹھی سے نکلتے وقت ایک پھول اپنے کالر میں لگاتا تھا اور اُس کو اس لڑکی کی زلفوں میں ٹانک دیا کرتا تھا جو ان دنوں اس کی شاموں کو رنگین بناتی تھی۔ اس نے موٹر سائیکل کو کھینچکر اسٹینڈ پر کھڑا کیا اور کوٹھی کے عقب میں باغ کی طرف گیا۔ کود کر اُس نے جھاڑیوں کی نیچی باڑ کو پار کیا اور ان میں سے ہوتا ہوا اس طرف جانے لگا جدھر گلاب کے پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ یکا یک اس کی آنکھیں کسی چیز سے ٹکرائیں۔ ایک شعلہ سا اس کی آنکھوں میں لپک گیا۔ وہ رُک گیا۔ 'یہ کون؟' اور وہ اس کی طرف جانے لگا ——— 'پورن مالی کی لڑکی؟ مگر یہ کب سے اتنی جوان ہوگئی؟ میں نے اسے اب تک کیوں نہ دیکھا؟'

031 www.taemeernews.com

اور وہ اس کی طرف جانے لگا لیکن پورن مالی کی لڑکی بیلا نے اسے نہ دیکھا۔ پنڈلیوں سے اوپر شلوار چڑھائے ہوئے اور آدھی باہوں کا کرتا پہنے وہ جھکی ہوئی پھولوں کی ایک کیاری میں پانی کاٹ رہی تھی۔ اس کا ڈوپٹہ دو رنگی کے پیڑ پر ٹنگا ہوا تھا۔ اشوک اس کے بالکل قریب جا کھڑا ہوا۔ بیلا نے پھر بھی اسے نہ دیکھا۔ وہ بدستور پھاوڑا چلاتی رہی اور اس کا کمان کی طرح تنا ہوا ابھرا ابھرا جسم بار بار چھلکتا رہا۔ پھاوڑا چھوڑ کر جونہی اس نے اپنے ہاتھوں کو کولھے پر جما کر جسم کو سیدھا کرنے کے لئے انگڑائی لی اشوک نے نہایت اطمینان سے اپنے بازو اس کے گرد ڈال دیئے۔ تڑپ کر بیلا پلٹی۔ اب وہ پوری طرح اشوک کے بازوؤں میں تھی اور اشوک کا چہرہ بیلا کے چہرے پر جھک رہا تھا "سرکار" بیلا کے منہ سے نکلا۔ مگر اشوک نے اپنی گرفت اور مضبوط کرتے ہوئے کہا "نہیں یہ لفظ مجھے کہنے دو۔" "نہیں نہیں سرکار مجھے چھوڑ دیجئے۔ ہم غریب آدمی ہیں"۔ "تم غریب ہو؟ یہ جسم، یہ جوانی اور یہ عمر۔ کیا ابھی تک تم کو نہیں معلوم تمہارے پاس کیا دولت ہے۔ آؤ میں بتاؤں۔"

"مگر سرکار..." "کیوں تم ڈرتی ہو؟ اس لئے کہ میں سرکار ہوں

032
www.taemeernews.com

اور تم نوکر؟ میری سرکار آج سے تم بھی سرکار ہو گی، سمجھیں۔"

اور اس دن سے لیلا واقعی اپنے آپ کو سرکار سمجھنے لگی

اشوک کے ہاتھوں اپنا سب کچھ لٹاتے ہوئے وہ ذرا بھی نہ جھجکی کیوں کہ اس کے مالک کا لڑکا نوکر کی لڑکی کے جسم کو چھوتے وقت ذرا بھی نہ جھجکا تھا۔ کیوں کہ اس نے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک محسوس نہ کی تھی کہ لیلا کے جسم میں سے رات رانی جیسی خوشبو آتی ہے۔ اس کے پاس رانیوں جیسا جسم ہے اور اشوک اسے اپنے جسم کیا، جان سے بھی الگ نہ کرے گا لیلا نے اور کسی بات پر یقین کیا ہو یا نہ، مگر اس نے اس بات پر ضرور یقین کر لیا تھا کہ اشوک اب اُسے اپنے سے الگ نہ کرے گا۔ وہ ہمیشہ اُس کو دن میں تحفے لا کر دیا کرے گا اور رات کو کبھی اکیلی نہ چھوڑے گا۔

اشوک کا یہ رومانس اب خوب زور سے چل رہا تھا اب اسے جج کی بیٹی کے جسم میں وہ تمام خرابیاں نظر آنے لگی تھیں جو کسی عورت کے جسم میں نظر آ سکتی ہیں۔ وہ اب لیلا کے عشق میں غلطاں تھا۔ اس کے دوست بھی اپنی پریشانی سے چھٹکارا پا چکے تھے لیکن انہیں دنوں ایک اور پریشانی جیسے لاہور کی

033
www.taemeernews.com

ساری فضا میں اپنے پر کھولنے لگی تھی۔ ہندوستان اور پاکستان کی بحث اب ہندو مسلم فساد کا روپ دھارن کر کے گل کھلا رہی تھی کبھی اِس محلہ میں آگ لگنے کی خبر آتی اور کبھی اُس علاقہ سے بم پھٹنے کی آواز آتی۔ اخبار تھے کہ چھُرے بازی، آتش زدگی اور خوفناک جرائم کی خبروں سے بھرے پڑے تھے۔ اشوک کے والد کا ماتھا تو اسی دن ٹھنک گیا تھا جس دن اُسے ایک انگریز افسر نے جو صوبہ میں بہت بڑے عہدہ پر فائز تھا مشورہ دیا تھا کہ وہ دہلی چلا جائے کیونکہ پاکستان بننے والا ہے اور لاہور پاکستان میں شامل ہوگا۔ اس کی اپنے ایک مسلمان ٹھیکیدار دوست سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ جو دہلی میں تھا اور پنجاب کے اوپر والے علاقہ میں بسنا چاہتا تھا۔ جونہی لاہور اور امرتسر میں فسادات کی آگ زوروں پر آئی اور اخباروں میں پاکستان کی اسکیم کی منظوری کے متعلق خبریں آنی شروع ہوئیں اشوک کے پتا نے اپنے اُس مسلمان دوست سے جائداد کے تبادلہ کے متعلق فیصلہ کر لیا۔ جس دن حکومت نے ملک کی تقسیم کے فیصلہ کا اعلان کیا اُسی دن اشوک کے والد نے اپنا سارا سامان باندھ کر دہلی کا رُخ کیا۔ اشوک کو بھی لاہور سے جانا تھا

034
www.taemeernews.com

لیکن وہ اپنے پتا کے ساتھ دہلی نہ گیا۔ اُس کے پتا نے بھی اس کو لاہور ہی میں چھوڑ دیا کیوں کہ گھر میں کافی سامان باقی رہ گیا تھا، اور سب سامان ایک دفعہ نہ جا سکتا تھا جس دن لیلا کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ اشوک بھی لاہور سے جائے گا تو وہ اشوک سے چمٹ گئی "سرکار آپ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلئے۔ ہمیں یہاں اکیلا نہ چھوڑیئے۔" اور اشوک نے اسے یقین دلایا کہ وہ اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ اسے اپنی جان کے ساتھ رکھے گا اور اس لئے جب اُس کے والد دہلی چلے گئے اور وہ اکیلا رہ گیا تو اُس نے لیلا کو اُسکے باپ کی جھونپڑی میں نہ رہنے دیا اب وہ کوٹھی میں رہتی تھی۔ لیکن حالات بگڑتے گئے۔ اور جوں جوں آزادی کی تاریخ نزدیک آنے لگی فسادات کی آگ بھیانک اور بھیانک ہونے لگی۔ اشوک کے پتا گئے تھے دلی سامان رکھنے لیکن وہ لوٹ کر نہ آئے۔ صرف ایک دن اشوک کے نام تار آیا کہ وہ فوراً دہلی چلا آئے اور کوٹھی میں سامان کی حفاظت کے لئے پورن مالی اور اس کی بیٹی کو وہیں چھوڑتا آئے۔

یہ تار ملتے ہی جیسے اشوک کی ایک بہت بڑی مشکل خود بہ خود حل ہو گئی جس مشکل سے نکلنے کی کوئی ترکیب نظر نہ آتی تھی

035 www.taemeernews.com

اور جس نے اشوک کی پچھلی تین راتوں کی نیند حرام کردی تھی، وہ خود بہ خود حل ہوگئی۔ تین دن پہلے لیلا نے اس کے پاس لیٹے ہوئے بہت شرما شرما کر اور بہت خوش خوش ہو کر اسے بتایا کہ "ان کے کچھ ہوگا"۔ اور لجا کر اپنا منہ اُس کی چھاتی میں چھپا لیا تھا۔ اس کی گداز باہیں اشوک کی گردن میں پڑی تھیں، لیکن اشوک کو محسوس ہوا جیسے اس کی گردن میں کسی نے مرا ہوا سانپ ڈال دیا ہے۔ وہ لرز اٹھا۔ یہ نہیں کہ اس کی زندگی میں ایسے موقعے نہیں آئے جب لڑکیوں نے مسکرا کر اور لجا کر یا رو کر اور گڑگڑا کر اسے بتایا ہو کہ ان کے "کچھ" ہونے والا ہے۔ لیکن لیلا کی طرح کوئی لڑکی بھی اس کے اتنے نزدیک نہ تھی وہ لیلا سے چھٹکارا حاصل نہ کرسکتا تھا۔ گو وہ ایسی لیڈی ڈاکٹروں کو جانتا تھا جو لیلا کو پھر اس کے مطلب کی بنا سکتی تھیں، مگر اس مرتبہ یہ کام اتنا آسان نہ تھا۔

فسادات کی وجہ سے ایک مخدوش ابتری سی پھیلی ہوئی تھی وہ اس جھنجھٹ میں پھنسنا نہ چاہتا تھا۔ اس لئے تار ملتے ہی اشوک دہلی جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ لیلا اس سے چمٹ کر خوب روئی۔ پورن نے بھی اس کے پاؤں پکڑ کر التجا کی کہ اس کو اور لیلا کو دہلی

036
www.taemeernews.com

لے جائے۔ لیکن اشوک ان کو برابر یہی دلاسا دیتا رہا کہ وہ صرف ایک دن کے لئے دہلی جا رہا ہے اور واپس آکر ان کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اُس نے ان کی مزید تسلی و تشفی کے لئے انکو بتایا کہ وہ اپنا کچھ بھی سامان نہیں لے جا رہا اور آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اتنا سامان لاہور ہی میں چھوڑ دے؟

اشوک دہلی آیا تو جیسے اس کو ایک بلا سے مکتی مل گئی۔ آخر وہ اس مالی کی چھوکری کو کہاں کہاں لئے پھرتا اور کس ڈاکٹر کے پاس لے جاتا؟ مفت میں بدنامی ہوتی۔ اس لئے خوشی خوشی اشوک ہوائی جہاز سے اُتر کر ٹیکسی میں بیٹھا اور اپنے والد کی نئی کوٹھی پر جا پہنچا۔ کوٹھی میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ سب کچھ پہلے جیسا ہے۔ ویسی ہی عالی شان کوٹھی۔ ویسا ہی قیمتی فرنیچر۔ کھڑکیوں میں اُڑتے ہوئے ویسے ہی ریشمی پردے۔ اگلے دن لاہور کی طرح اس کی موٹر سائیکل کی آواز کوٹھی کے باہر احاطے میں گونج رہی تھی۔ صرف ایک چیز کی کمی تھی۔ یہاں کے مالی کی کوئی لڑکی نہ تھی۔

شاید اسی لئے دو چار دن بعد اشوک کو خیال آیا کہ وہ لیلا اور اس کے باپ کو لے آئے۔ جب تک یہاں کسی سے

037 www.taemeernews.com

واقفیت نہیں ہوتی اور رومانس کی دوسری بیل نہیں نکلتی، لیلا کیا بُری ہے؟۔ آخر دو چار دن کے اندر اندر اس کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

اشوک نے کئی بار سنجیدگی سے اس پر سوچا۔ دہلی میں انجان ہونے کی وجہ سے اس کی زندگی بے کیف گذر رہی تھی۔ اس کے والد بھی اپنے تعلقات نہ بڑھا سکے تھے۔ شام کو ایک ہوٹل سے دوسرے ہوٹل میں اکیلے مارے مارے پھرنا، اشوک اس زندگی کو برداشت نہ کرسکتا تھا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا۔ ایک دن میں تعلقات پیدا نہیں ہوجائیں گے۔ وقت لگے گا۔ اس پر اگر جج کی لڑکی جیسی کسی منحوس سے پالا پڑ گیا تو بس گھٹتے گھٹتے آدھی عمر ختم ہوجائے گی۔ اس لئے لیلا سے زندگی کا یہ خلا تو باآسانی پُر کیا جاسکتا ہے، لیکن ایسا کرنا اب ممکن نہ تھا۔ لاہور کے لیے ریل کا سلسلہ بگڑ گیا تھا۔ ریلوں میں قتل عام کی وارداتیں ہونے لگی تھیں۔ اس نے ہوائی جہاز سے جانے کا قصد کیا، لیکن پھر سوچا کہ آخر وہاں جانے کی ضرورت کیا ہے؟ خواہ مخواہ جان جوکھم میں کیوں ڈالی جائے۔ آخر دہلی بھری پڑی ہے۔ یہاں کیا دلچسپی کا سامان ہی پیدا نہیں ہوسکتا؟ اس نے

038 www.taemeernews.com

اپنی اس حماقت پر خود ہی ایک قہقہہ لگایا اور لیلا کے خیال کو دل سے نکال دیا۔

اس کے بعد جیسے قیامت ہو گئی۔ سب کچھ الٹ پلٹ ہو گیا۔ ملک کی تقسیم کے بعد جیسے زمین نے بھی کروٹ لے کر ان لوگوں کو ختم کرنا شروع کر دیا جو مذہب کی بنیاد پر اُن سرزمینوں پر نہیں رہ سکتے تھے جن میں اُن کی سات پشتیں گذری تھیں۔ خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے ——— لیکن اشوک کی زندگی اس طوفان سے بھی محفوظ رہی۔ بلکہ اس طوفان کی بدولت اس کے پتا اور اس کی زندگی کا بادبان تن گیا۔ دہلی میں شرنارتھیوں کا سیلاب آ گیا تھا۔ اشوک کے پتا ان کے نمائندہ بن گئے تھے۔ اب اُن کا شمار شرنارتھیوں کے بڑے اور پُرجوش لیڈروں میں ہونے لگا تھا۔ ان کو کئی شرنارتھی کیمپوں کے ٹھیکے مل گئے تھے اور وہ اس کمیٹی کے ممبر بن گئے تھے جو شرنارتھیوں کو مکان دلانے اور مدد دینے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اشوک کو بھی اب شغل مل گیا تھا۔ اسکی زندگی کی بے کاری، اُداسی، بے رنگی دُور ہو گئی تھی۔ وہ اب اس جماعت کا سرکردہ رکن تھا جو اُن عورتوں کو نکالنے کے لئے بنائی گئی تھی جو فسادات کے دوران میں

039 www.taemeernews.com

اغوا کرلی گئی تھیں۔ اُسے یہ کام بے حد پسند آیا۔ اوّل تو اس کام میں اس کے تعلقات عورتوں کی کئی انجمنوں سے ہو گئے۔ دوسرے اس کے پاس عورتوں کے اغوا، زنا بالجبر اور عصمت دری کی رپورٹیں آتیں جن سے اُسے ذہنی لذّت حاصل ہوتی۔ اسکے بعد وہ عورتیں آکے اپنے درد کی داستانیں کہتیں، مدد کی التجائیں کرتیں اور اس توقع میں کہ وہ انھیں مکان دلوادے گا، اپنا سب کچھ دینے کے لئے تیار ہو جاتیں۔

اب اشوک کو لاہور جانے کا بھی موقع ملتا رہتا تھا جگوت کے نمائندے کی حیثیت سے لاہور میں اُسے حفاظت کے لئے سپاہی ملتے تھے۔ وہ لاہور سے اپنا باقی ماندہ سامان بھی لے آیا تھا لیکن لیلا اسکا باپ پورن اُسے کہیں دکھائی نہ دئے۔ وہ کہاں گئے؟ کدھر گئے؟ مرے یا زندہ بچ گئے، اِس کا کچھ علم نہ تھا۔ اشوک کو قدرے سکون ہوا کہ چلو قصّہ پاک ہوا۔ لیکن ضمیر کو تھپک کر سُلانے کے لئے اُسے اپنے آپ کو یہ بات کئی دفعہ سمجھانی پڑی کہ لیلا اور پورن کو کچھ نہیں ہوا ہوگا وہ بخیر و خوبی ہندوستان پہنچ گئے ہوں گے۔ اُس نے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے یہ بھی تہیہ کر لیا تھا، کہ اگر لیلا

040
www.taemeernews.com

اور پورن اسے مل گئے تو وہ اپنے پتا سے سفارش کر کے ان کو ضرور اپنے یہاں نوکر رکھوا لے گا۔

اشوک اب اغوا شدہ عورتوں کو برآمد کرنے کے کام میں لگا رہتا۔ دہلی سے امرتسر۔ امرتسر سے لاہور اور لاہور سے ان شہروں، قصبوں اور گاؤں میں جہاں یہ پتہ چلتا کہ وہاں اغوا شدہ عورتیں ہیں۔ وہ اغوا شدہ عورتوں کو برآمد کرنے والی جماعت کا سرکردہ کارکن مشہور ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے ناری جاتی کی جتنی خدمت کی اور مظلوم عورتوں اور بچوں کو نکالنے میں جس بہادری اور جس قوم پرستی کا ثبوت دیا اس کا چرچا اس جماعت کے ہر ایک عورت اور مرد کی زبان پر تھا۔ کئی مرتبہ تو ایسا ہوا تھا کہ کسی گاؤں میں کسی ہندو یا سکھ عورت کا پتہ ملا، کارکن وہاں گئے، گاؤں والوں کو سمجھایا، خوشامدیں کیں، مذہب اور انسانیت کا واسطہ دیا، پر وہ عورت دینے پر تیار نہ ہوئے۔ پھر دوبارہ پاکستان کے کارکنوں کی مدد لی گئی۔ مگر ان کی بھی کسی نے نہ سنی۔ جماعت کے کارکن نراش لوٹ آئے اور انہوں نے ہیڈ کوارٹر میں آکر رپورٹ کی کہ فلاں عورت برآمد نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اشوک کو جب اس بات

www.taemeernews.com

کا پتہ چلا تو اس نے زمین پر پیر مار کر کہا "وہ عورت آئے گی، اور ضرور آئے گی۔ ہماری بہنوں کے ساتھ یہ حیوانی ظلم برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ میں جاؤں گا، میں خود برآمد کر کے لاؤں گا اپنے دیش کی ماں اور بہنوں کو" اور ہوتا بھی ایسا ہی تھا کہ وہ عورتوں کو نکال لانے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ دوسرے ملک میں بھی وہ اپنی بات پر اڑ جاتا اور اس ملک کے کارکنوں اور پولیس کی مدد سے اس عورت کو برآمد کر کے ہی رہتا۔

ایک دن اس کو رپورٹ ملی کہ جو پارٹی کموک میں ایک عورت کو برآمد کرنے گئی تھی، ناکامیاب ہو کر لوٹ آئی ہے۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا، اس کے خون میں شعلہ سا بھڑک اٹھا۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا تھا کہ پتہ لگنے کے باوجود عورت کو برآمد نہ کر سکیں۔ وہ خود جا کر اس عورت کو برآمد کرے گا۔

اگلے دن جماعت کی میٹنگ ہوئی۔ اشوک نے کیس کی پوری پوری تفصیلات معلوم کیں، کارکنوں نے خبر دی تھی کہ کموک میں ایک قصائی کے یہاں، ایک ہندو عورت ہے جس کا اغوا کیا گیا تھا۔ پارٹی نے تحقیقات شروع کی اور ایک پارٹی قصبہ میں گئی۔ مگر اس قصائی نے عورت کے متعلق کچھ

042
www.taemeernews.com

بتانے یا اس عورت سے ملاقات کا موقع دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اُس کا کہنا تھا کہ جو عورت اس کے گھر میں ہے اُس نے فسادات سے پہلے اپنا مذہب تبدیل کر لیا تھا اور اپنی مرضی سے نکاح کیا ہے۔

اشوک نے فوراً پارٹی بنائی اور اپنا پروگرام بنا کر تیسرے دن امرتسر سے لاہور جا پہنچا۔ وہاں اُس نے اعلیٰ افسروں سے ملاقات کی۔ اُن کے آگے کیس کی پوری پوری تفصیلات پیش کیں۔ کموک جانے کا اجازت نامہ حاصل کیا۔ ان کے کارکنوں کو ساتھ لیا اور پولیس کی امداد کے لئے پروانہ حاصل کر کے کموک روانہ ہو گیا۔

کموک کا پولیس آفیسر بہت نیک تھا۔ گو اشوک اس بات پر مُصر تھا کہ اس قصائی کے گھر پر جا کر تحقیقات کی جائے مگر اُس نے اشوک کو ذرا صبر اور ضبط سے کام لینے کا مشورہ دیا۔ اس نے قصائی اور اس کی عورت کو حراست میں لے کر تھانے میں بُلوا لیا، تاکہ لوگوں میں اشتعال پیدا نہ ہو اور تمام کارروائی نہایت ہوشیاری اور خاموشی سے ہو جائے۔

قصائی کو دفتر میں بٹھا دیا گیا۔ اور اس کی عورت کو اُوپر

043 www.taemeernews.com

اُس کمرے میں بھیج دیا گیا جو اعلیٰ افسروں کے قیام کے لئے مخصوص تھا۔ اشوک کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ اس عورت سے باتیں کرے۔ اشوک کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کے بیچ میں ایک پردا ٹنگا ہوا تھا۔ اشوک نے اندر داخل ہوتے ہی کہا "جے ہند"

یہ اس کا بڑا آزمودہ حربہ تھا کیونکہ "جے ہند" سنتے ہی اگر وہ عورت ہندو ہوتی تھی یا حالات کی وجہ سے وہ ہندو ہونا ظاہر نہ کرنا چاہتی تو بھی اس کے منہ سے "جے ہند" نکل جاتا تھا لیکن پردے کے دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

اشوک نے کچھ دیر رک کر کہا "آپ ڈریئے نہیں ہم آپ کے بھائی بند ہیں۔ آپ کو لینے آئے ہیں۔ آپ بلا خوف اپنا نام اور پتہ یعنی اپنا اصلی نام اور ماتا پتا کا نام بتا دیجئے۔ ہم اسی وقت آپ کو لے جائیں گے۔ بولیئے؟...... بتایئے؟ آپ بالکل نہ ڈریئے۔ دیکھیئے ہم آپ کی خاطر ہی یہاں تک آئے ہیں"

اشوک نے جواب کا انتظار کیا۔ جواب نہ آیا۔ لیکن پردے کو ہلکی سی حرکت ہوئی۔ ایک آنکھ چمکی اور پھر ایک ساتھ کیا ہوا اشوک کو پتہ نہیں۔ صرف اس کے کانوں نے سُنا "سرکار" اور اس کے منہ سے نکلا "بیلا" اور اس کا دماغ کسی تیز رفتار موٹر کے

044 www.taemeernews.com

پہیئے کی طرح گھومنے لگا کچھ لمحے بعد جب اسے ہوش سا آیا تو اس نے دیکھا لیلا اس کے پاؤں پکڑے زار زار رو رہی تھی "سرکار مجھے اپنے ساتھ لے چلیئے۔ ابھی اپنے ساتھ۔ پھر وہاں لے جاکر چاہے مجھے گولی مار دیجیئے گا۔ میری کھال کھنچوا کر جوتی بنوا لیجیئے گا۔ میں گندی ہوگئی ہوں۔ آپ کے مطلب کی نہیں رہی۔ انہوں نے مجھے مٹی کھلائی ہے۔ میرا دھرم بدلا ہے۔ میری عزت لوٹی ہے۔ پر اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ باپو نے مجھ سے کہا تھا کہ لیلا تیرے سرکار اب نہیں آئیں گے۔ اب کہیں بھاگ چل ورنہ بدمعاش لوگ تجھے مار ڈالیں گے لیکن میں نے ایک نہ سُنی۔ آخری دم تک کوٹھی کے اندر ہی آپ کی آس کرتی رہی۔ آخر انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور میں یہاں لائی گئی۔ پہلے کئی دنوں تک کھانا نہ کھایا۔ انہوں نے مجھے مارا پیٹا۔ زبردستی میری عزت لوٹی اور اور"۔۔۔۔۔۔ لیلا نے اپنے کرتے کے بٹن کھول دئے "دیکھو سرکار انہوں نے زبردستی میرے یہاں پر چاند تارے گدوائے اور یہاں بھی"۔۔۔۔۔ لیلا اپنی شلوار کے پائنچے اٹھانے کے لئے جھکی۔

اشوک نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا "بس بس لیلا

045
www.taemeernews.com

بھگوان کے لئے خاموش ہو جاؤ۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔"

اشوک کے جسم سے بُری طرح پسینہ چھوٹ رہا تھا۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ اسے ساری دنیا تہ و بالا ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ جانے لگا مگر لیلا اس سے چمٹ گئی۔

"سرکار اس بار تم نہیں جا سکتے۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ میں یہیں سر پھوڑ کر مر جاؤں گی۔ سرکار مجھے اور میرے باپو کو اس نرک سے نکال لو۔"

"تمہارے باپو کو؟ کون پُورن؟ کیا پورن بھی یہیں ہے؟"

اشوک کا گھومتا ہوا دماغ جیسے کسی نقطہ پر آکر رُک گیا۔

"ہاں سرکار وہ بھی میرے ساتھ ہے۔ وہ اب اسی قصائی کے مانس کے ٹوکرے دھوتا ہے۔ سرکار اس کا جنم بڑا دکھی ہے وہ مر جاتا۔ اس نے مجھے بھی مارنے کی کوشش کی تھی۔ پر انہوں نے آکر پکڑ لیا۔ اب وہ جیتا ہے۔ صرف میرے لئے..... صرف....." اور لیلا کی پھر ہچکی بندھ گئی۔

اشوک کو چند لمحات مل گئے۔ اس کے دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا۔ یکایک جھک کر اس نے لیلا کو اٹھا لیا۔

046 www.taemeernews.com

اس کو اپنی چھاتی سے لگا کر چوما۔ لیلا میں تم کو لے جاؤں گا۔ میں ضرور تم کو لے جاؤں گا۔ تم میری ہو، میری۔"

یہ سنتے ہی لیلا کے آنسوؤں کا فوّارہ زور سے پھوٹ پڑا۔ اس کی روح کی گہرائیوں سے ایک سسکی نکلی۔ جیسے کسی نے اس کی روح سے کانٹا کھینچ کر نکال لیا ـــــ "میرے سرکار۔"
لیکن اشوک نے فوراً اس کا منہ اوپر اٹھا کر کہا "لیلا اگر تم چاہتی ہو کہ میں تم کو نکال لے جاؤں تو عقلمندی سے کام لو، آنسو پونچھ ڈالو، خاموش ہو جاؤ۔"

اشوک نے اپنے ہاتھوں سے لیلا کے آنسو پونچھے۔ لیلا کی آنکھوں میں دوبارہ آنسو نہ آئے۔ صرف ایک زخمی ہرنی سی آنکھوں سے جھانکتی رہی۔

"دیکھو لیلا تم کو دو کام کرنے ہوں گے۔ تم کسی سے نہ کہو گی کہ ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ تم پورن کو بھی میرے ملنے کی بات نہ کہو گی۔ دوسرے یہ کہ تم چپ چاپ اس وقت اپنے گھر کو واپس لوٹ جاؤ گی۔"

"کیوں؟...... کیا تم اپنے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟"
لیلا کے آنسوؤں اور اس کی چیخوں کا بند پھر ٹوٹنے والا تھا کہ

047 www.taemeernews.com

اشوک نے اس کو جھنجھوڑ کر کہا ________

" لیلا اگر تم چاہتی ہو کہ میں پورن کو بھی نکال لے چلوں تو تم کو اس وقت لوٹنا ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے باپ کی خاطر رکنا نہیں چاہتیں اور اس کو نرک میں چھوڑنا چاہتی ہو تو ...."

" نہیں نہیں سرکار ایسا نہ کہو" لیلا کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہ نکلے "میں اپنے باپو کے لئے ساری عمر اس نرک میں رہ سکتی ہوں میں اس کے لئے گھر واپس لوٹ جاؤں گی۔ ______ پر کتنے دن مجھے اور اس نرک میں رہنا پڑے گا سرکار ؟"

" پندرہ دن"

اس کے بعد تم ہم دونوں کو لے جاؤ گے نا"

" ہاں"

" تم آؤ گے نہ ؟"

" ہاں ہاں"

" تم ضرور آنا سرکار، میں کسی اور کے ساتھ نہیں جاؤں گی"

" اچھا"

" پر دیکھو کہیں پہلے کی طرح مجھے چھوڑ کر نہ بھول جانا"

" لیلا" اشوک کے لہجہ میں جیسے پتھر کڑکڑائے۔ اس نے شعلہ بار

048 www.taemeernews.com

نگاہوں سے لیلا کی طرف دیکھا۔

" ناراض مت ہو سرکار۔ مجھ پر ناراض مت ہو۔ میں تمھارے پاؤں پڑتی ہوں، مجھے ہوش نہیں ہے۔ میں اب کچھ نہیں کہوں گی خاموش رہوں گی، بالکل خاموش، اس دن تک جس دن تک تم لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ مجھے اور میرے باپو کو لینے ——— میں گھر لوٹ جاؤں گی۔ تم بھی چلے جاؤ۔ پر دیکھو جلدی آنا۔ تم نے مجھے آس دی ہے۔ اب تو میں مر بھی نہ سکوں گی سرکار ——— میں جاتی ہوں ——— اس دن کے لئے جس دن تم ....."

لیکن اشوک نے اسکی بات بھی پوری نہ ہونے دی۔ وہ ایک ساتھ دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگتا نیچے اتر گیا اور اُسی وقت کمو ک سے لوٹ گیا۔

ہیڈ کوارٹر پہنچ کر اس نے ایک رپورٹ تیار کی جو اس طرح تھی۔

میں خود اس عورت سے گفتگو کرنے اور اسے دیکھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ :-

(۱) عورت ہندو تھی۔

(۲) لیکن اسے اغوا نہیں کیا گیا۔

(۳) اس نے فسادات سے پیشتر ہی اپنا مذہب تبدیل کر لیا تھا۔

(۴) قصائی سے اُس کا نکاح جبری نہیں تھا۔

049 www.taemeernews.com

(۵) وہ واپس آنے کے لئے رضامند نہیں ہے۔
(۶) وہ عورت اُس درجہ اور اُس طبقہ کی نہیں ہے، جس طبقے کی عورتوں کو برآمد کرنے کے لئے ہماری سرکار پاکستان کی سرکار پر دباؤ ڈال سکتی ہے۔ اس لئے ....
(۱) یہ کیس فائل سمجھا جائے۔
(۲) اس عورت کو برآمد کرنے کے سلسلے میں مزید کارروائی نہ کی جائے۔
(۳) حکومت کی طرف سے کموک کے پولیس افسر کی فرض شناسی اور اس کے تعاون کو سراہا جائے اور ایک چٹھی بھیجی جائے تاکہ بین المملکتی تعلقات خوش گوار بنانے میں مدد ملے۔

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

شاردا

www.taemeernews.com

053
www.taemeernews.com

شاردا اور شریف ایک دوسرے کو بہت پہلے سے جانتے تھے۔ دونوں پارٹی ممبر تھے بنگال کے قحط کے دنوں میں جب شاردا کلکتہ میں تھی تو شریف وہاں گیا تھا۔ انھوں نے کئی ڈرامے کھیلے تھے۔ ٹولیاں بنا کر جگہ جگہ گھومے تھے۔ ساتھ ساتھ رہ کر کام بھی کیا تھا مگر کوئی خاص بات نہ ہوئی تھی پھر فسادات ہوئے اور شاردا کلکتہ سے دلّی آ گئی، اور وہاں کیمپوں میں کام کرتی رہی۔ شریف سے اس کی ملاقات ہوتی تھی، تقریباً ہر پارٹی کے جلسہ میں۔ لیکن پھر بھی کوئی قابلِ ذکر بات نہ ہوئی۔ ان کی اصلی ملاقات تو ان دنوں ہوئی جب مقامی پارٹی پر BAN لگا ہوا تھا اور کچھ ممبر گرفتار کر لئے گئے تھے اور باقی کے روپوش ہو گئے تھے ایک دن پارٹی کا ایک خفیہ جلسہ ہونے والا تھا شاردا کو بھی ایک خاص وقت پر ایک خاص جگہ پہنچنے کی اطلاع

054 www.taemeernews.com

ملی۔ اس دن اور عین اسی وقت وہ بتائی ہوئی جگہ پر پہنچی۔ مگر وہ چوراہے
پر ہی تھی کہ ایک شخص نے جو کھدر کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا اسے ٹھوکا مارا
اور پھر بڑے جانے پہچانے آدمی کی طرح ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر بولا۔
"آپ اچھی تو ہیں؟" شاردا بھونچکی رہ گئی اسے غصہ بھی آیا۔ اس
نے تیکھی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ لیکن اتنی دیر میں سڑک کے
جاتے ہوئے اُن کے پاس والے آدمی دور نکل گئے تھے اور
اس ٹوپی والے انجان آدمی کے چہرے کی بناوٹی مسکراہٹ بھی
دور ہوگئی تھی۔ بہت خفیہ اور سنجیدہ لہجے میں وہ بولا "شاردا
واپس لوٹ جاؤ۔ پولیس کو ہماری میٹنگ کا پتہ چل گیا ہے۔ مکان
کے گرد خفیہ پولیس لگی ہوئی ہے۔ اس لئے آج جلسہ نہ ہوگا"
شاردا نے شریف کو پہچان لیا تھا۔ کچھ آدمی قریب آگئے تھے۔
اس نے شرماتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے کہا "تو آپ دلی
ابھی ابھی آئے ہیں؟ آیئے گھر چلیئے نا!" ——— اور وہ
شریف کو لے کر پاس والی گلی میں مڑ گئی ——— اس گلی میں
کوئی نہ تھا۔ اب شاردا نے اپنا لہجہ بدل لیا ——— "یہ تو
بہت پریشانی کی بات ہے کہ آج میٹنگ نہ ہوگی۔ میں تو بہت
مشکل میں پھنس گئی ہوں" ——— "کیوں کیا ہوا؟" شریف

055 www.taemeernews.com

نے سہم کر پوچھا "میں اب تک جہاں چھپی ہوئی ہوں اب وہاں نہیں رہ سکتی۔ آس پاس کے لوگوں میں چرچا چل گیا ہے کہ فلاں مکان میں ایک انجان بنگالی لڑکی آتی ہے۔ کسی دن بھی پولیس کو میرا پتہ چل سکتا ہے۔ میں یہ معاملہ پارٹی کے سامنے رکھنا چاہتی تھی"

"تو کیا تم کسی اور جگہ نہیں جا سکتیں؟"

"نہیں میں دلی میں اور کسی کو نہیں جانتی اور پھر پناہ دے کر اپنی جان کون جوکھم میں ڈالے گا"

شریف کی پیشانی پر سلوٹیں اور گہری ہوگئیں۔ "شاردا فی الحال میں تمہیں اپنے پاس رکھ سکتا ہوں، اگر تم منظور کرو۔ میں اپنے ایک دوست کے یہاں رہ رہا ہوں اُس کے یہاں ایک بوڑھی ماما کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ تم وہاں رہ سکتی ہو۔ اگلی دفعہ جب میٹنگ ہو تو تم اپنے لئے کوئی دوسرا انتظام کرا سکتی ہو"

پچھلے کچھ دنوں سے شاردا بہت گھبرا گئی تھی۔ وہ اپنی موجودہ جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانا چاہتی تھی۔ اس نے شریف کے ساتھ رہنا منظور کر لیا۔

جب شام کو وہ شریف کے دوست کے گھر کی طرف روانہ

056
www.taemeernews.com

ہوئی تو اُسے بہت سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے سر آئی ہوئی بلا ٹل گئی ہے، اور وہ ہر خطرے سے محفوظ ہو گئی ہے۔ لیکن جوں جوں وہ اپنے نئے ٹھکانے کے قریب پہنچنے لگی اس کا جی بیٹھنے لگا اس کی خوشی بجھنے سی لگی۔ 'تو ایک مسلمان کے گھر رہنے جا رہی ہے؟' اس کے ہندو سنسکار جاگنے لگے۔ بچپن سے اس کے دل میں مسلمانوں کے لئے جو گھن سی پیدا کر دی گئی تھی اور جس پر اس نے نئے اور انقلابی خیالات کی مدد سے قابو پا لیا تھا، پھر سے ابھرنے لگے۔ اس کے دل میں یہ بات بٹھا دی گئی تھی کہ مسلمان بہت گندے رہتے ہیں ان کے گھر میں صفائی کا قطعی خیال نہیں رکھا جاتا۔ وہ ایک ہی لوٹے سے سب کام لیتے ہیں اور ایک ہی برتن سے پانی پی کر پھر اُسے گھڑے میں ڈال دیتے ہیں۔ اُس کے خیالات کی سطح تڑخنے لگی اور جذباتی تعصبات رنگ لانے لگے۔ مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا دوسرا ٹھکانا نہ نظر آتا تھا۔ دل پر جبر کر کے وہ وہاں پہنچ ہی گئی۔

مکان مسلمانی ڈھنگ کا بنا ہوا تھا۔ ایک بڑا سا آنگن اور بڑے بڑے دالان۔ مکان کی پُتائی اور مرمت برسوں سے نہیں

057 www.taemeernews.com

ہوئی تھی۔ جگہ جگہ سے پلستر اکھڑ گیا تھا۔ دیواریں کائی سے سیاہ ہوگئی تھیں۔ فرش کی اینٹیں گھس چکی تھیں۔ صحن میں مرغیاں کڑکڑا رہی تھیں۔ ایک طرف گھڑونچی پر کائی آلود گھڑے رکھے ہوئے تھے۔ پاس ہی پیتل کے ٹونٹی دار لوٹے تھے جن پر شاید برسوں سے ہاتھ نہ پھیرا گیا تھا۔ ادھر ادھر ٹوٹے ہوئے روغنی پیالے لڑھک رہے تھے۔ کونے میں سوکھی ہوئی ہڈیوں اور لہسن کے چھلکوں کا ڈھیر لگا تھا۔ ایک سوکھی مریل سی غلیظ ماما لیتڑے گھسیٹتی ہوئی اس کے استقبال کو آئی۔ اس کے منھ سے باس اٹھ رہی تھی۔ شاردا کا جی گھن سے بھر گیا وہ اپنے کو کوسنے لگی کہ آخر وہ یہاں کیوں چلی آئی۔

اس کا سامان ایک بہت بڑے پلنگ پر رکھوا دیا گیا۔ پلنگ پر گرد اور مرغیوں کی بیٹ کے تھیلے جمے ہوئے تھے۔ شریف اندر آیا اور بولا۔" سارا گھر خالی ہے۔ تم بڑے اطمینان اور آزادی سے رہ سکتی ہو۔ میں نے ماما سے کہہ دیا ہے یہاں تمھیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی —— میں ذرا باہر جاتا ہوں ماما تمھارے لئے چائے بنا کر لاتی ہے۔" اور وہ بغیر رکے باہر چلا گیا۔

058 www.taemeernews.com

شاردا کا دل گھن اور غم و غصے سے جلنے لگا۔ وہ کہاں آپھنسی؟ کس غلاظت میں اسے رہنا پڑے گا۔ اس نے چپل نکال کر زمین پر قدم رکھا ہی تھا کہ اس کا پاؤں مرغی کی تازہ گرم گرم بیٹ پر پڑ گیا۔ کراہت کی ایک پھریری اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے ایک ساتھ اپنے گھر کی اور ماں کی یاد آ گئی — کتنا صاف ستھرا تھا ہمارا گھر — اماں کتنا خیال رکھتی تھی صفائی اور پوتر تا کا"

پلو کو منھ میں دے کر وہ پلنگ پر بستر کھول کے پڑ گئی۔

اس گھر میں شروع کے تین دن شاردا نے کیسے کاٹے یہی جانتی تھی۔ اس کا بستر سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ فرش پر قدم رکھتے ہی بیٹوں کی وجہ سے اتنی گجگجاہٹ محسوس ہوتی کہ مر جانے کو جی چاہتا۔ اُدھر بالٹی اتنی غلیظ تھی کہ اس میں سے پانی لے کر نہانے کو جی نہ کرتا۔ اس گھر کی کسی چیز کو ہاتھ لگاتے ہوئے اُسے گھن آتی۔ ماما کے تو پاس سے گذرتے ہوئے اُسے ابکائی آنے لگتی۔ اسکے منہ سے، کپڑوں سے، بالوں سے بُو کے بھبکے نکلتے تھے۔

تین دن تک شریف نہ آیا —— اسے کوئی ضروری کام سونپا گیا تھا —— چوتھے دن وہ لوٹا۔ اس نے ماما سے

059 www.taemeernews.com

شاردا کے بارے میں پوچھا۔ عین اسی وقت شاردا آگئی۔ کچھ ضروری کاغذ لینے۔

"شاردا کیا بات ہے" شریف نے شکایت آمیز لہجے میں کہا: "ماما کہتی ہے تم یہاں ٹھہرتی نہیں ہو۔ چار نہیں بنتیں۔ حتیٰ کہ ہاتھ منہ بھی نہیں دھوتیں۔ میں نے تمہارے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی یہیں کرایا تھا۔"

شاردا کو آج صبح نہانا نصیب نہ ہوا تھا۔ بغیر نہائے اس کا جی بڑا میلا میلا سا ہو رہا تھا۔ روٹی بھی ابھی تک اس نے نہ کھائی تھی۔ شریف کی بات سن کر اس کا چڑچڑا من جل اٹھا۔ مگر وہ خاموش رہی اور اندر چلی گئی۔ شریف کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ آخر اس نے ماما کو آواز دی: "ماما چار اور توش بنا کر لے آؤ ——— میں کراؤں گا آج انہیں ناشتہ۔" یہ سنتے ہی شاردا کا ضبط ٹوٹ گیا۔

"اب یہ مجھے اس گھر کے گندے برتنوں میں چائے اور اس غلیظ ماما کے ہاتھ کے توش کھلائے گا؟ وہ پھوٹ پڑی۔ نہیں نہیں میں کچھ نہیں پیوں گی۔ میں اس گھر کی کسی چیز کو چھونا نہیں چاہتی۔ میرے لئے یہ گھر نرک سے زیادہ گندا ہے۔ میں یہاں

060 www.taemeernews.com

ایک منٹ نہیں رہنا چاہتی۔" اور یہ کہتے کہتے شاردا بچوں کی طرح رو پڑی اور بستر میں منہ دے کر پڑ گئی۔ شریف نے اس کی آنکھوں میں نفرت حقارت اور کراہت کی جھلک صاف دیکھ لی تھی۔

اس رات شریف جب باہر سے لوٹا تو اپنے ساتھ بہت سے نئے برتن لایا۔ بالٹی۔ پتیلی، تھالی۔ لوٹا۔ تشتری۔ گلاس اور کٹوریاں۔ وہ ایک چوکی بھی لایا۔ اس نے یہ سب سامان لاکر شاردا کے پاس رکھ دیا۔ شاردا بستر میں منہ دئے پڑی تھی۔ آواز سن کر اٹھی ——— "یہ کیا؟" "یہ تمہارے لئے برتن ہیں شاردا ——— تم یہیں رہو گی۔ اور تمہاری ہر چیز علیحدہ ہوگی۔ کوئی تمہاری چیزوں کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔"

"لیکن ..... لیکن مجھے تو الگ چیزوں کی ضرورت نہیں۔ میں نے تو ایسا نہیں کہا۔"

"لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ تم ہر بات اپنے منھ سے کہو۔ ——— میں جانتا ہوں تم زیادہ صفائی سے رہنے کی عادی ہو۔ ——— تمہارے گھر میں شُدھتا کو بہت مانا جاتا ہے۔ آج تیرے پہر کے واقعہ کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اِس گھر میں واقعی بہت گندگی ہے۔ یہاں برتن ہر روز صاف نہیں کئے جاتے۔ یہ ماہ مہینوں

www.taemeernews.com

نہیں نہاتی۔ مرغیاں گھر بھر میں بیٹ کرتی پھرتی ہیں۔ جن باتوں کو ہم لوگ برداشت کر جاتے ہیں، تم انہیں برداشت کرنے کی عادی نہیں ہو۔"

"لیکن میرا یہ ہرگز مقصد نہیں تھا۔ میں آپ لوگوں کے رہن سہن کو گندا نہیں سمجھتی۔"

"لیکن میں نے بھی تو یہ نہیں کہا۔ شاردا یہ ہماری بدقسمتی اور جہالت ہے کہ ہم صفائی کے معاملہ میں بھی مذہبی روایات کے غلام ہیں۔ ہم بہت سی گندی چیزوں کو بھی اپنی تہذیب کا حصہ سمجھ کر چھاتی سے لگائے ہوئے ہیں لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جو چیز صاف نہیں، حسین نہیں، سلیقہ کی نہیں وہ میری تہذیب کا حصہ نہیں۔ میں اس کی طرف اشارہ کیے جانے کا برا نہیں مانتا۔ شاردا، یہ کاہی آلود مٹکے۔ یہ بغیر منجھے ہوئے لوٹے۔ یہ غلاظت پھیلاتی مرغیاں۔ یہ کالی دیواریں، یہ سب ایک مرتے ہوئے بوسیدہ نظام کی علامتیں ہیں۔ مجھے اِن سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ میں تو خود ایک نئے طرزِ زندگی کا منتظر ہوں۔ تم نے مجھے شاید غلط سمجھا۔"

شاردا کی جیسے چوری پکڑی گئی۔ شریف نے اس کے دل کا تعصب بھانپ لیا تھا۔ اس کی گردن شرم سے جھک گئی۔ اس

062 www.taemeernews.com

کے سانولے چہرے پر خون کی سرخی سے ایک عنابی جھلک پیدا ہوگئی —— ندامت سے بھرے ہوئے لہجہ میں وہ بولی "مجھے معاف کردو۔ میں نے تمہیں غلط سمجھا۔ میرے اندر پرانا تعصب جاگ اٹھا تھا۔ میں بے حد شرمندہ ہوں۔"

شاردا کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ آنسوؤں سے چھلکتی ہوئی آنکھوں کو اٹھا کر اس نے شریف کی طرف دیکھا۔

"شاردا ہم کو اپنی شخصیت سے ان پرانے تعصبات کو نکال پھینکنا ہوگا۔ اس لئے جب تم ہمارے طرزِ زندگی کی گندگی کو ظاہر کرتی ہو یا میں تم لوگوں کے چھوت چھات کے ڈھونگ کے خلاف آواز اٹھاتا ہوں تو ہم ایک دوسرے کی مخالفت نہیں کرتے۔ ہم ایک دوسرے کے قریب آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنی تربیت کرتے ہیں۔ علاوہ، میں بھی کیا فلسفہ لے بیٹھا ہوں تم اٹھو، میں انگیٹھی لاتا ہوں۔ اپنے ہاتھ سے چائے پلاکر ذرا مجھے بھی تو شدھ کرو۔ بنگالی موشائے کی طرح۔"

دونوں ہنس پڑے

اس کے بعد ایک ہی ہفتہ میں گھر کی صورت بدل گئی۔ شریف نے اپنے دوست سے کہہ کر مرغیاں کسی اور آدمی کے یہاں بھجوادیا

063 www.taemeernews.com

فرش کو کھرچ کھرچ کر اور دھو دھو کر صاف کرایا۔ پرانے گھڑے پھینکوائے۔ ٹونٹی دار لوٹوں کو خوب صاف کرایا۔ ایک طرف چوکی بچھا کر برتن اس پر سجائے۔ اس کے بعد دونوں نے مل کر پلنگ جھاڑے۔ چھت کے جالے صاف کئے۔ کونوں میں پان کی پیک کے داغوں کو دھویا۔ شاردا نے ایک طرف خوب صفائی کر کے اپنی انگیٹھی رکھی اور شریف نے دری بچھا کر اور گدے ڈال کر بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی۔

اب شاردا اپنے ہاتھ سے کھانا بناتی اور دونوں ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اس کے لئے شاردا نے شریف پر کچھ پابندیاں لگائی تھیں اور شریف نے انہیں بخوشی منظور کر لیا تھا۔ اسکو باہر سے آنے پر اپنے ہاتھ دھونے پڑتے۔ جوٹھے گلاس کو وہ گھڑے میں ڈبو کر پانی نہ پی سکتا۔ جوتے اتارے بغیر اُس جگہ نہ جا سکتا جہاں کہ شاردا کھانا بناتی تھی۔

شاردا کی یہ تمام باتیں ماننے کے لئے شریف نے بھی کچھ شرطیں لگا رکھی تھیں۔

"دیکھو مجھے مسلمان سمجھ کر تم اپنے آپ سے، اپنے کھانے سے اور اپنے کھانے کی چیزوں سے الگ نہیں رکھو گی۔ مجھے شدھ

064 www.taemeernews.com

بنانے کے لئے گائے کا گوبر نہیں کھلاؤں گی۔ اور ہر روز باہر سے آنے پر گنگا جل نہیں چھڑکوں گی۔"

یہ شرطیں سُن کر شاردا بہت ہنسی تھی اور اس ہنسی نے شاردا کے دل کی کدورت کو بالکل دھو دیا تھا۔

پارٹی سے BAN ہٹ گیا۔ گرفتار کئے ہوئے ممبر رہا ہو گئے۔ روپوش ممبر ظاہر ہو گئے۔ پارٹی کے ہوسٹل میں لوگ آنے لگے بشریف بھی اپنے دوست کے گھر سے اپنے گھر آ گیا اور شاردا بھی ہوسٹل میں چلی آئی۔ دونوں جُدا ہو گئے۔ مگر اس تھوڑے عرصے میں وہ ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے، انھوں نے اپنے درمیان حائل کتنی ہی اونچی دیواروں کو گرا دیا تھا۔ وہ فراخدلی سے ایک ساتھ رہنا کھانا پینا سیکھ گئے تھے ——— ایک بنگالی ہندو لڑکی نے ایک مسلمان کے پاس رہ کر تجربہ کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اُن میں کوئی شدّ حتا نہ تھی گھن کرنے یا نفرت کرنے کی کوئی چیز نہ تھی۔ صرف ان چند عادتوں کا فقہ تھا جو آپس کا میل ملاپ نہ ہونے کی وجہ سے فطرت میں اتنا گھر کر گئی تھیں کہ ایک معقول آدمی کو بھی گھل مِل جانے سے روکتی تھیں۔

لیکن یہ نہ تھا کہ شاردا اس نتیجے پر بالکل آسانی سے

065
www.taemeernews.com

پہنچ گئی تھی۔ اس نے شریف کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا شعوری طور پر اور غیر شعوری طور پر اس نے اپنے دل کا چور شریف پر ظاہر کیا اور اس کے دل میں چھپی باتوں کو بھانپنے کی بہت کوشش کی تھی۔ مگر اس نے شریف کو بہت بلند پایا اُسے معلوم ہوا شریف مسلمان نہ تھا۔ وہ شاردا کو بھی ہندو سمجھنے پر تیار نہ تھا۔ اس کا ایک نیا مذہب تھا۔ اُس کے دماغ میں تہذیب، رہن سہن، اور دوسری باتوں کا ایک نیا تصور تھا۔ ایک ایسا تصور جو پیدائش یا مذہب کی بنا پر آدمی آدمی میں فرق کرنے یا اس سے نفرت کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ وہ ہندو یا مسلمان تہذیب کے نام پر فخر کرنے یا اس کی حمایت کرنے کو تیار نہ تھا۔ وہ ہر اس چیز کو جو آدمی آدمی میں فرق پیدا کرتی تھی، جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ صفائی اور خُوب صُورتی اور صحت کا متلاشی تھا۔ اور یہ چیزیں جہاں سے بھی ملتیں، لینے کو تیار تھا۔ جہالت گندگی اور مردہ روایات کو وہ اپنی تہذیب کا حصہ ماننے کے حق میں نہ تھا۔

شاردا نے شریف کو کئی نازک موقعوں پر پرکھا۔ اس نے فساد کے دوران میں مسلمانوں کی دردناک حالت کا ذکر کیا۔

066 www.taemeernews.com

اس نے بتایا کہ کس طرح فساد کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت خراب ہوگئی ہے۔ وہ اس ملک میں دوسروں کے رحم پر رہ رہے ہیں۔ ان کی حالت دیکھ کر دل روتا ہے لیکن اسے معلوم ہوا کہ شریف ان چیز کو قطعی دوسرے زاویۂ نظر سے دیکھتا ہے

" شاردا فساد کے دنوں میں مسلمانوں کے قتل سے میرا خون بھی کھولا تھا۔ نفرت کا سیاہ خون میری نسوں میں بھی دوڑا تھا مگر پھر میں نے سوچا ——— یہ مسلمان کا قتل نہیں ہے۔ پاکستان میں ہندو سکھ کا قتل نہیں ہے۔ یہ تو دو مرتی ہوئی تہذیبیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہی ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ سارا نظام غلط ہے، زہریلا ہے۔ انسان انسان میں نئے سرے سے ایک رشتہ قائم ہونا چاہئے۔ میں اس نئے رشتے پر ایمان رکھتا ہوں۔ پھر میں اِس فساد میں حصہ لے کر مُردوں کے منہ میں پانی کیوں ڈالوں؟ میرے آنسو اور میرا خون تو اس نئے نظام اور نئے رشتے کو قائم کرنے کے لئے محفوظ رہنا چاہیئے "

شریف کی ان باتوں کے نیچے جتنا خلوص چھپا تھا، اس نے شاردا کو بے حد متاثر کیا۔ اُسے اپنے دماغ میں روشنی سی پھیلتی

067 www.taemeernews.com

محسوس ہوئی۔ شریف نے واقعی بہت حد تک اپنے مذہبی تعصبات کو ختم کر دیا تھا۔ وہ ایک سچّا ترقی چاہنے والا انسان تھا۔

شریف کے ساتھ رہ کر شاردا ایک بار پھر گھریلو زندگی کی عادی بن گئی تھی۔ دونوں نے وہ دن کتنے ہنسی خوشی اور شانتی کے کاٹے تھے۔ اُسے اس گھر سے واقعی محبت ہو گئی تھی۔ اس لئے جس دن وہ اُس گھر سے چلے، اس دن شاردا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اُس نے آنسوؤں کو چھپا لیا تھا۔ مگر وہ آنسو اس کے کلیجے کو جلا رہے تھے۔ اس گھر کی چھوٹی سے چھوٹی چیز اس کے لئے عزیز ہو گئی تھی۔ مگر اسے سب کچھ چھوڑنا پڑا۔ وہ ہوسٹل چلی آئی۔ مگر اس کے ساتھ ہی جیسے اس کی زندگی خالی خالی سی ہو گئی۔ اب اسے اکیلاپن ستانے لگا۔ وہ مزدور سبھاؤں میں جاتی، کیمپوں میں کام کرتی، مگر اس کا من اب کچھ اور چاہتا۔ راتیں بڑی لمبی لمبی ہو گئیں۔ ہر وقت جی چاہتا کہ وہ شریف کے ساتھ باہر جائے۔ کام کرے اس کی باتیں سُنے۔ شریف کی عظمت اور اس کی چاہ شاردا پر چھا گئی۔

"تو کیا تیرا شریف سے شادی کرنے کا ارادہ ہے؟" بلا نے

068 www.taemeernews.com

چونک کر شاردا سے پوچھا۔

"ہاں بملا میں اب شریف کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں گھر کی ہو کر رہ جانا نہیں چاہتی۔ میں پارٹی میں کام کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن شریف کے بنا اب میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کا سہارا پاکر ہی اب میں اونچا اُٹھ سکتی ہوں، آگے بڑھ سکتی ہوں۔"

"لیکن شریف مسلمان ہے شاردا۔ ہم ویسے کہہ سکتے ہیں کہ ہندو مسلمان میں کوئی فرق نہیں، لیکن عملی طور پر ایک ہندو لڑکی مسلمان کے ساتھ مشکل سے رہ سکتی ہے، یہ مانتی ہوں کہ تم ہندو دھرم میں یقین نہیں رکھتیں، مندر میں نہیں جاتیں، پوجا نہیں کرتیں، مگر تمہارے سنسکار تو ہندو کے ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں کتنے موقع آتے ہیں جب ایک ہندو ہندوؤں کے طریقے سے برتاؤ کرتا ہے اور مسلمان مسلمان کے طریقے سے۔ دونوں کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل ہے۔"

"میرے ذہن نے اس خلیج کو پاٹ دیا ہے بملا، اب ڈر کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"مگر تمہارا دل؟ ——— تمہارا دل تو مسلمان کے ساتھ رہ کر خوش نہ رہ سکے گا۔ دیوالی کی رات یہ دیئے جلانے کو تڑپے گا۔

069 www.taemeernews.com

ہولی کے دن رنگ کھیلنے کو مچلے گا۔ عید کے دن تمھاری آنکھوں میں وہ چمک پیدا نہ ہو سکے گی اور محرم کے دنوں میں تم کبھی وہ اداسی محسوس نہ کر سکو گی جو تمہارا شوہر محسوس کرے گا۔ ذرا سوچو کیا تم اپنے بچے کا نام اپنی مرضی سے رکھ سکو گی؟ کیا تمہارا شوہر اس بات کی اجازت دے گا کہ تم ہندوؤں کی طرح اُسے پال پوس کر بڑا کرو؟ رات کے وقت جب وہ کہانیاں سننے کے لئے مچلے گا تو تم اسے مسلمانی کہانیاں سناؤ گی یا ہندوانی؟"

اس کا جواب اس رات شریف نے دیا تھا۔ بملا کی باتوں سے شاردا پر اوس سی پڑ گئی تھی۔ اس کا دل بیٹھ گیا تھا۔ آگے کی زندگی کی بھیانک تصویر نے اُسے بیحد اداس کر دیا تھا شریف کے سامنے اس نے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔

"شریف مجھے تم پر بھروسہ ہے مگر اپنے پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں ایک کٹر بنگالی برہمن کے گھر میں پیدا ہوئی ہوں، مجھے اپنے رہنے سہنے کے ڈھنگ سے اپنے رسم و رواج سے، اپنے یہاں کے گیتوں سے محبت ہے۔ میں اپنی بچی کا نام کوتا رکھنا چاہوں گی۔ میرے ہندو سنسکار میرے ساتھ رہیں گے۔ میں ان سے ناطہ توڑ کر خوش نہیں رہ سکتی۔"

070 www.taemeernews.com

"تو یہ تم سے کس نے کہا شاردا کہ تم اپنا رہن سہن بدل دوگی۔ اپنے رسم ورواج چھوڑ دوگی۔ اپنے گیت نہ گاؤ گی، اپنے بچوں کے نام اپنی مرضی سے نہ رکھ سکو گی۔"

"تم نے نہیں کہا۔ تم کہو گے بھی نہیں۔ مگر میں تو کہہ رہی ہوں۔ میں تو تعصب سے بھری ہوں، یہ میرے خون میں ہے۔"

"ہم سب تعصب سے بھرے ہوئے ہیں شاردا۔ یہ مذہبی تعصب اور نفرت ہمارے خون میں گھل گئی ہے۔ ہم اپنے دماغ کو قابو میں رکھ سکتے ہیں، مگر دل سے مجبور ہیں۔ لیکن شاردا اگر تم اپنے کو انقلابی کہتی ہو، تمہاری نگاہ کے آگے زندگی کی کوئی نئی تصویر گھومتی ہے، تو تمہیں اپنے اس قسم کے تعصبات کو کچلنا ہوگا۔ تمہیں اپنے دل پر جبر کرکے دماغ کا ساتھ دینا ہوگا۔ میں تمہارے ساتھ رہا۔ تم نے مجھے بہت سی اچھی عادتیں سکھائیں۔ مجھے اپنی پرانی عادتیں چھوڑتے ہوئے الجھن بھی محسوس ہوئی۔ یہ بھی محسوس ہوا کہ تم مجھے ہندو بنا رہی ہو۔ لیکن پھر میں نے سوچا، میں تو صفائی خوب صورتی اور صحت کو قبول کر رہا ہوں۔ تم کو بھی اسی طرح جد و جہد کرنا ہوگی۔ خون کے جراثیم پالنے سے نہیں مرتے۔ انہیں مارنے کے لئے ان سے لڑنا پڑتا ہے۔"

071 www.taemeernews.com

"تو تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ رہ کر مجھے کبھی محسوس نہ ہوگا کہ میری اور تمہاری خوشیاں مختلف ہیں؟ میرے تمہارے سنسکار میل نہیں کھاتے؟ میرا دل کبھی اداس اور دکھی نہیں ہوگا؟"

"شاردا تمہارا دل اسی وقت اداس ہوگا جب تمہارا دماغ بیمار ہوگا ——— دل اور دماغ دو چیزیں نہیں ہیں۔ جب تم پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھو گی، جب تم کو تمہارے تعصبات کا بھوت ستائیگا، تبھی تم مجھے اپنے سے علیحدہ ملیچھ اور مسلمان سمجھو گی لیکن جب تک ہم آگے ایک نئے افق کی طرف تکتے رہیں گے تب تک ہمیں کبھی محسوس نہ ہوگا کہ ہم ہندو اور مسلمان ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تمہیں ایک ہی چیز چننا ہوگی ہمیشہ کے لئے۔ کبھی نہ پچھتانے کے ارادے سے ——— اور وہ یہ کہ پیدائش اور مذہب کی بنا پر آدمی سے نفرت نہیں کروگی۔ بولو۔"

جواب میں شاردا نے جھکی ہوئی نظروں سے شریف کی طرف دیکھا اور اس کی گود میں منہ چھپاتے ہوئے بولی: "کیا بولوں؟ میرے پاس بولنے کو اب رہ کیا گیا ہے؟"

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

آنسو

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

اُس دن ششی کی ماں کے آنسو نہ تھمتے تھے حالانکہ اس حادثہ کو بہت دن بیت چکے تھے۔ اور گھر کے سارے آدمی اُس کو ان بہت سے زخموں میں سے ایک سمجھنے لگے تھے۔ جو انہوں نے پنجاب سے آتے ہوئے کھائے تھے اور جواب بھر چلے تھے۔ لیکن آج جب مسز مہتہ نے ششی کی ماں سے پوچھا کہ کیا ان کے کوئی لڑکی نہیں ہے تو جیسے وہ گھاؤ پھر سے تازہ ہو گیا۔ ششی کی والدہ کو محسوس ہوا جیسے کسی نے ایک برچھی کانوں کی راہ ان کے سینہ میں بھونک دی ہے۔ مگر انہوں نے بڑی کامیابی سے اداکاری کی اور گہرا سانس بھر کر جواب دیا تھا: "نہ جی ویسے سب سکھ دیکھے لیکن بیٹی کا سکھ اس جنم میں نہ ملا" ——— اور اسی ڈر سے کہ یہ چرچا آگے نہ چلے انہوں نے اس موضوع کو یوں سمیٹ دیا ——— "چلو جی گرہست میں جتنے کم دُکھ ہوں گے، اتنا ہی اچھا۔ اپنی بیٹی ہوتی تو اُسے پال پوس کر کسی پرائے کو

076 www.taemeernews.com

سونپنا پڑتا۔ اب کسی کی پالی پوسی بیٹی کو بہو بنا کر گھر لے آئیں گے۔
بہو بھی تو بیٹی سے کم نہیں ہوتی"

مسز مہتہ نے نہ صرف اس رائے سے سو فیصدی اتفاق کیا تھا بلکہ اس بات پر یقین بھی کر لیا تھا کہ ان کے کوئی لڑکی نہ تھی۔ لیکن ششی کی ماں کے لئے مسز مہتہ کے سامنے بیٹھے رہنا مشکل ہو گیا۔ جتنی دیر مسز مہتہ بیٹھی رہیں، انہوں نے خون کے اس اچھالے کو منھ میں روکے رکھا جو سینہ کے پرانے گھاؤ سے رس رس کر حلق تک آ گیا تھا۔ لیکن جونہی مسز مہتہ اٹھ کر گئیں وہ اپنے کمرے میں جا کر چارپائی پر اس طرح گر پڑیں جیسے کوئی اداکارہ اپنی طاقت سے باہر ایکٹنگ کر کے چور چور ہو جائے۔

رات گئے جب ششی کے پتا اور اس کے بھائی آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ کلیجہ پکڑ پکڑ کر اس طرح بلکھ رہی ہے، جیسے کوئی رک رک کر اس کا دل مسل رہا ہو۔

وہ سب اس پر جھک گئے "کانتا تمہیں کیا ہوا ہے بولو بتاؤ" ششی کے پتا نے بڑی نرمی سے پوچھا۔ "ماں کیا دکھ پہنچا ہے تمہیں؟ ہم کو بتاؤ۔ ہم تمہارا حکم ملتے ہی تمہاری خواہش پوری کریں گے" ششی کے دونوں بھائیوں نے ماں کو

077 www.taemeernews.com

تسلی دی۔

اور آخر جب انھوں نے بہت تسلی دی اور بہت سمجھایا اور بہت پوچھا تو اُس نے ایک چیخ مار کر اپنی آتما کا دُکھ ظاہر کر دیا ——— "میری بیٹی، میری ششی۔ ہائے آج میں یہ کہنے سے پہلے کیوں نہ مر گئی کہ میرے کوئی بیٹی نہیں ہے۔ میں نے اپنی زندہ بیٹی کو کھا لیا۔ میں ماں نہیں ڈائن ہوں" یہ کہتے کہتے اس کو تین چار ہچکیاں آئیں، آنکھیں پھٹ گئیں اور سانس اکھڑ گیا۔

"ماں ——— ماں" لڑکوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تم حوصلہ رکھو ورنہ تم کو دورہ پڑ جائے گا۔ ششی آئیگی۔ ہم ششی کو لائیں گے ——— ہم وچن دیتے ہیں کہ جب تک اپنی بہن کو چھڑا کر نہ لائیں گے، چین سے نہ بیٹھیں گے۔ ہم تمہارے دودھ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم پاکستان جائیں گے اس کا پتہ لگا کر واپس لائیں گے۔ بس تم ہمت نہ ہارو"

ششی کے دونوں بھائیوں نے اپنے سر ماں کے سینے پر رکھ دیئے اور پھپک پھپک کر بالکوں کی طرح رونے لگے۔

"کانتا ——— ان بچوں کا تو خیال کرو ——— تمہاری

078 www.taemeernews.com

یہ دشا دیکھ کر ان کی کیا حالت ہو گئی ہے کیسے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں ——— انہیں کی خاطر اپنے کو سنبھالو ——— انہوں نے قسم کھائی ہے، وچن دیا ہے کہ یہ اپنی بہن کو تلاش کر کے ہی دم لیں گے ——— میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ ابھی سے اس کا پتہ لگانے کی کوشش کروں گا۔"

یہ سُنکر ششی کی ماں کو قدرے تسلّی ہوئی مگر آنسو پھر بھی نہ رُکے ——— "تم وچن دیتے ہو کہ میری بیٹی مجھے لا دو گے؟ جیسے بھی ہو، جہاں سے بھی ہو؟"

"ہاں۔ ماں" ——— دونوں بیٹوں نے ایک ساتھ کہا "تم مطمئن رہو ——— ششی ہماری بہن ہے۔ ہم اپنی بہن کو لا کر رہیں گے ——— ہم پر یقین کرو۔"

اور ماں نے آنسو پونچھے اور بستر سے اُٹھ کر رسوئی کی طرف چلی گئی۔

ششی اس خاندان کی اکلوتی لڑکی تھی۔ یہ خاندان پہلے لائل پور میں آباد تھا۔ لیکن جب فسادات ہوئے اور انسان نے حیوان کا روپ دھارن کر کے خونی طاقتوں کو آزاد کر دیا

079 www.taemeernews.com

تو یہ خاندان بھی لائل پور سے جان بچا کر بھاگ نکلا۔ ششی کے والد بہت بڑے ٹھیکیدار تھے۔ ان کا بڑا اثر اور رسوخ تھا۔ اسی لئے اپنی جان کے ساتھ وہ اپنی دولت اور اپنے سامان کا بڑا حصہ بھی نکال لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ صرف ششی وہاں رہ گئی تھی۔

یہاں تک بھی وہ سستے چھوٹے تھے ورنہ انھوں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا تھا کہ خاندان کے خاندان اپنی دولت اور اپنی عورتوں اور بیٹیوں کی عصمت سمیت موت اور تباہی کا شکار بن گئے تھے۔ اس لئے جب وہ دلّی میں ہوائی جہاز سے اُترے تو ششی کے پتا نے اس پرم پتا پرمیشور کو بار بار پرنام کیا جس نے موت کے دہکتے ہوئے شعلوں سے ان کو بچا دیا تھا۔ اور جب اثر اور رسوخ سے انھیں ایک اچھا مکان مل گیا، ایک سرکاری ٹھیکہ مل گیا تو اُن کا یہ یقین ایمان میں تبدیل ہو گیا کہ وہ سچ مچ بڑے خوش نصیب ہیں اور پرماتما بڑا دیالو ہے جس نے چھوٹی سے بھینٹ لے کر انھیں ساری نعمتیں بخش دیں۔

اُس دن سے گھر میں ششی کا نام لینا بند ہو گیا۔ بھولے

080 www.taemeernews.com

سے بھی اس کا ذکر نہ آتا تھا۔ وہ خلا جو ششی کے اغوا سے خاندان کی زندگی میں پیدا ہو گیا تھا، وقت کے ساتھ ساتھ بھرنے لگا۔ لوک لاج اور بے عزّتی کے خوف نے انھیں جذباتیت کے چنگل سے نکلنے اور من سمجھانے اور صبر کرنے میں بہت مدد دی۔ ششی کے پتا اور ان کے بھائیوں کے حق میں یہ اور زیادہ باعثِ سکون ثابت ہوا۔ ششی کے اغوا کی یاد آتے ہی تینوں کی مردانگی کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ اُن کا ضمیر انہیں لعنت ملامت کرنے لگتا تھا۔ اس لئے یہ ان کے حق میں تھا کہ وہ ششی کی یاد کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیں۔ اور اُنہوں نے اِس یاد کو بڑی بے دردی سے مسل ڈالا۔ صرف ایک ماں تھی جس کی آتما دن کی سنسان گھڑیوں اور رات کے اندھیرے سنّاٹوں میں چیخیں مار مار کر اسے نرٹ پاتی رہتی تھی۔ دلّی آکر اس کی ملاقات چونکہ کم لوگوں سے ہوئی تھی، اس لئے بیٹی کے بارے میں کسی نے بھی سوال نہ کیا تھا۔ اور اسے وہ جواب نہ دینا پڑا تھا جسے سُن کر خود اس کی آتما اور آتما میں سوئی ہوئی ممتا کی بھاونا ایک زخمی ناگن کی طرح پھنکار اٹھتی تھی۔

دن گذرتے گئے۔ ششی کی ماں کو یہ ایکٹنگ کئی بار

081 www.taemeernews.com

اور کرنا پڑا کیونکہ ملاقات کا دائرہ بڑھ رہا تھا۔ لیکن اب ایکٹنگ کرنے کے لئے انہیں اپنی تمام طاقتوں کو بٹورنا نہ پڑتا۔ ایسے موقعوں پر ان کی ویسی حالت بھی نہ ہوتی جیسی پہلے موقع پر ہوئی تھی۔ لیکن گناہ اور ندامت کے احساس کو دور کرنے کے لئے وہ ہر بار یہ عہد کر لیتی کہ اگر ششی کا پتہ لگ جائے گا تو وہ اُسے نکال لانے کے لئے پوری کوشش کرے گی۔

انہیں دنوں اغوا شدہ عورتوں کو نکال لانے کا کام شروع ہو گیا۔ اور ہولناک خبروں کا ایک سیلاب سا اُمڈ آیا۔ جو عورتیں نکال کر لائی جا رہی تھیں ان کی دُردشا کا حال پڑھ کر ششی کی ماں کی رُوح سہم سہم جاتی تھی۔ جو عورتیں لائی گئی تھیں ان میں سے بہت سی حاملہ تھیں۔ بہت سی خطرناک بیماریوں کا شکار۔ بہت سی عورتوں کے ہاتھوں پر "اللہ اکبر" اور جسم کے مختلف حصّوں پر اُن مالکوں کے نام گودے ہوئے تھے جن کے ہاتھ انہیں باری باری بیچا گیا۔ غرضیکہ وہ عورتیں نہ تھیں، انسان کی درندگی، اس کی نفس پرستی، اس کی بربریت کی ہولناک دستاویزیں تھیں ——— ششی کی ماں ان خبروں کو سنتی اور اس کے اندر نہ جانے کیا ہوتا کہ اس کا دل

082 www.taemeernews.com

ڈوبنے لگتا اور اس کے چہرے پر متضاد خیالات کی پرچھائیاں ایک دوسرے سے لڑتی جھگڑتی نظر آتیں۔

ایک دن وہ گھر میں اکیلی تھی۔ششی کے پتا اور بھائی باہر گئے ہوئے تھے۔ وہ سو رہی تھی کہ نوکر نے انہیں جگایا ——— "ماں جی یہ رجسٹری آئی ہے، دستخط چاہئیں"۔ اور یہ کہہ کر نوکر نے رجسٹری آگے کر دی۔ اس نے دستخط کئے۔ اور رجسٹری لے کر پھر لیٹ گئی۔ لیٹے لیٹے جانے کیا ہوا کہ وہ اٹھی اور لفافہ کو پھاڑ کر خط نکالا ——— خط سرکاری تھا۔ وہ اتنی انگریزی ضرور جانتی تھی کہ صاف لکھے خط کو پڑھ سکے۔ اس نے خط پڑھنا شروع کیا ——— ایک لائن ..... دوسری لائن ..... یہ کیا؟ ——— اس نے جھٹک کر خط دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ کیا؟ ...... کیا ششی کا پتہ مل گیا!' .... وہ پاکستان سے نکال کر ہندوستان لائی گئی ہے'۔ اور ایک ساتھ جیسے ممتا کا سویا ہوا سمندر جاگ اٹھا۔ میری بیٹی مل گئی.... میری بیٹی مل گئی"۔ اس نے چلا کر نوکر کو بلانا چاہا لیکن کیا تھا جیسے ایک بجلی لپکی اور اس نے سب کچھ پھونک کر رکھ دیا........ سمندر ایسے بجھ گیا جیسے کسی نے اس کی چھاتی میں شگاف کر دیا۔

www.taemeernews.com

'نواب ششی آئے گی۔۔۔۔۔ اس خاندان میں!۔۔۔۔۔۔۔

اس خاندان میں جس کے متعلق مشہور ہو چکا ہے کہ اس میں کوئی لڑکی نہیں ہے۔۔۔۔۔ پھر یہ لڑکی؟۔۔۔۔۔۔ اور یکایک ششی کی ماں کی آنکھوں کے آگے سینکڑوں آنکھیں اور لاکھوں انگلیاں اٹھتی نظر آنے لگیں۔۔۔۔۔ 'نہیں نہیں، میں ان سے کہدونگی یہ میری بیٹی ہے ——— میری اپنی بیٹی ہے۔ پہلے میں نے جھوٹ بولا تھا۔ ہاں میں نڈر ہو کر یہ کہہ دوں گی۔۔۔۔۔ میں کہہ دوں گی وہ ہندوستان آکر ہم سے بچھڑ گئی تھی اور اپنے ننھال چلی گئی تھی۔ انہیں ہمارا دلّی کا پتہ معلوم نہ تھا۔ اس لئے ہمیں خبر نہ مل سکی اور ہم نے کہہ دیا کہ۔۔۔۔؟'

اور وہ دل ہی دل میں تمام سوالوں کے جواب اور تمام اعتراضوں کی صفائی دے کر ملن کی اُس سندر گھڑی کے تصور میں کھو گئی جب اس کی بیٹی دوڑی آئے گی اور آنسو بہاتی اپنی ابھاگن ماں کے ترسے ہوئے سینہ سے لگ جائے گی اور ماں اپنے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے اپنی بچی کا جانا پہچانا چہرہ چومنے کے لئے اوپر اٹھائیگی۔

——— اور اسے دکھائی دے گا۔ چھ لمبے لمبے مہینوں کے بعد وہ جانا پہچانا، چاند سا مکھڑا!۔۔۔۔ لیکن ایک ساتھ جیسے

www.taemeernews.com

ذہن میں کسی کے جھانجھ بجا دیا اور ایک بڑا سا پتھر اُٹھا کر اس کے سر پہ دے مارا ــــــ اس کے سامنے ششی کی ایک تصویر اُبھر آئی۔ اس ششی کی جو اغوا ہونے کے بعد برآمد کی گئی ہے، جس کے ماتھے پر چاند تارا گودا ہوا ہے۔ جس کے گالوں پر جنگلی دانتوں کے نشان ہیں اور جس کے جسم پر اللہ اکبر اور ان آدمیوں کے نام گودے ہوئے ہیں، جنہوں نے ــــــ "نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ــــــ میری بیٹی کا ایسا سرِ ناش نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس بار ذہن میں کوئی مسکرایا ــــــ لیکن کتنا زہر تھا اس مسکراہٹ میں۔ "ہاں ــــــ تمہاری بیٹی کا اتنا سرِ ناش نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ تو اپنے ننھال سے آرہی ہے؟ اور وہ مسکراہٹ ایک ظالم چہرہ میں بدل گئی ــــــ "تم اتنا بھی نہیں سوچ سکتی؟ خوابوں کی دنیا میں پناہ لینا چاہتی ہو؟" ــــــ اور جیسے اُس کے سیاہ ظالم ہاتھوں نے جھک کر ششی کا کرتا اٹھا دیا اور ششی کا ابھرا ہوا پیٹ ماں کی نگاہوں سے ٹکرایا ــــــ "میری ماں!" ــــــ ششی کی ماں نے مشکل سے اپنی چیخ روکی۔ کیا؟ ..... کیا ششی کے پیٹ میں بھی پاپ کا پھوڑا ہوگا؟ کیا وہ بھی پاپ اللہ دولیار

085 www.taemeernews.com

کی اس زندہ نشانی کو اٹھائے پھر رہی ہوگی ؟" اور ایک بار پھر اس کی نگاہوں کے سامنے رشتہ داروں، جان پہچان والوں اور پڑوسیوں کے تھو تھو کرتے ہوئے چہرے آنے اور جانے لگے —— اس کا سر چکرا گیا اور وہ بیہوش ہوگئی۔

لیکن جب شام ہوتی تو شنتی کی ماں ایسے بیٹھی تھی جیسے اس نے اس سارے زہر کو خود پی لیا ہے۔ اس لئے جب رات کو شنتی کے پتا اور بھائی آئے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا کوئی خط آیا تھا، تو اس نے بڑی آسانی سے اور بغیر کسی جذبہ کے کہہ دیا: "نہیں تو" —— اور اٹھتے ہوئے بولی: "ہاتھ منہ دھو لو —— بہت رات ہوگئی ہے۔ میں کھانا لاتی ہوں"

وہ کھانا لائی، سب نے کھایا اور اس نے بھی کھایا اور پھر سب سونے کو چلے گئے۔ وہ پوری طرح شانت تھی لیکن اس کے اندر جیسے ابھی تک کوئی چیز پھنسی ہوئی تھی جو اس کا دم گھوٹے ڈال رہی تھی۔ وہ بستر پر پڑی بے قراری سے کروٹ بدل رہی تھی کہ یکایک اسے پاس کے کمرے سے پتی اور لڑکوں کے ہولے ہولے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ چپکے سے اٹھی اور اس نے کان لگا کر سنا۔ اس کا پتی کہہ رہا تھا —— "چلو

086
www.taemeernews.com

یہ بھی اچھا ہوا کہ خط آج نہیں آیا ورنہ تمہاری ماں کے ہاتھ پڑجانے سے سارا کھیل بگڑ جاتا۔ اب کل ہم گھر رہیں گے جس سے رجسٹری تمہاری ماں کے ہاتھ نہ پڑنے پائے۔ اور سنو ۔۔۔۔۔۔ تم کل ہی آمرت سر جاکر جس طرح ہو شنی کو یہاں آنے سے روک دو۔ اگر افسروں کو روپیہ دینے سے معاملہ رفع دفع ہوجائے تو ٹھیک ہے، ورنہ پھر کسی ڈاکٹر سے مل کر وہ آخری ترکیب کرنا۔ سمجھے ؟"

شنی کی ماں یہ تو نہ سمجھ سکی کہ یہ آخری ترکیب کیا تھی، لیکن یہ سن کر گویا اس کے اندر پھنسی ہوئی چیز ایک ساتھ نکل گئی اور اُسے محسوس ہوا وہ اب آزادی سے سانس لے سکتی ہے، اور چین سے بستر پر جاکر سو سکتی ہے۔ وہ بستر پر جاکر لیٹ گئی۔ لیٹنے کی دیر تھی۔ اُسے سچ مچ چین کی نیند آگئی۔

رات بھر وہ اطمینان سے سوتی رہی ۔۔۔۔۔۔ نہ اُسے کوئی بھیانک خواب دکھائی دیا اور نہ وہ سوتے سوتے چونکی۔ ہاں آنسو ضرور چپکے چپکے رات بھر اس کی آنکھوں سے نکلتے رہے اور نکل کر تکیے میں جذب ہوتے رہے ++

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

اَب اَپنا راج ہے

089
www.taemeernews.com

رات اندھیری اور ٹھنڈی تھی۔ ہوا اپنی جھولی میں برف کے تیر بھر کر چھوڑتی پھر رہی تھی۔ اس اندھیری رات میں اور ان برف کے تیروں سے پناہ لینے کے لئے چار لکڑیاں گاڑ کر اس کے سہارے پرانی چٹائیاں کھڑی کر کے اور ان کے اوپر پھٹی بوریاں ڈال کر ایک گھر بنایا گیا تھا۔ اِس میں جمنا اس کا شوہر اور اس کے چار بچے اپنے گھٹنے پیٹوں میں دئے، ایک دوسرے سے بھڑے، گڈمڈ پڑے تھے۔ اُن کے نیچے سوتیلی ماں کی طرح ٹھنڈی زمین اور اوپر ظالم باپ کی طرح بے درد اور ننگا آسمان تھا۔ لیکن پھر بھی وہ سو گئے تھے۔ تکان نے ان کے جسموں کو اس قدر توڑ دیا تھا کہ برفیلی ہوا کے جھونکے بھی بے اثر ہو گئے تھے۔ لیکن جمنا ابھی تک جاگ رہی تھی اور پھٹے ہوئے بوریئے سے آسمان میں اس تارے کو دیکھ رہی تھی جو کسی یتیم بچے کی طرح پڑا ٹھٹھر رہا تھا۔ چاروں طرف

090 www.taemeernews.com

کی خاموشی اور گھورا ندھیارے میں نظر آتے ہوئے اس تالے نے جمنا پر ایک عجیب سی کیفیت طاری کر دی۔ وہ برفیلی ہوا کو چٹائی اور بوریے کے اس جھونپڑے کو حتیٰ کہ اپنی موجودہ حالت بھی بھولنے سی لگی اور بہت سی بھولی باتیں اُسے یاد آنے لگیں۔

ہاں اسے اب یاد آرہا تھا کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر اسی طرح پہلو کے بل لیٹی تھی۔ اور اس کا ننھا چُسر چُسر اُس کا دودھ پی رہا تھا اور اس کی نگاہیں یونہی آسمان میں ایک بڑے سے تارے پر جم کر رہ گئی تھیں۔ وہ عجیب عجیب سے خواب دیکھنے لگی تھی ایسے خواب وہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی جن کا تعلق اُس سے اس کی زندگی سے اور اس کے مستقبل سے تھا۔ جو اس کی زندگی کا دکھ اور سنکٹ دور کر کے خوشی اور چین کا سندیش دے رہے تھے۔ پہلو کے بل لیٹی ہوئی، بچے کو دودھ پلاتی ہوئی اور تارے کو دیکھتی ہوئی وہ سوچ رہی تھی۔ اب کچھ ہی دنوں میں اس کی زمین اسے واپس دے دی جائے گی۔ اس کا شوہر نمبردار کی بیگار چھوڑ کر اپنے کھیتوں میں کام کرنے لگے گا۔ سارا قرض معاف کر دیا جائے گا۔ اُس سود خوار ساہوکار کو پھانسی دے دی جائے جس نے سو روپے کے بدلے اس کی ساری زمین ہڑپ کر لی۔ اور

091 www.taemeernews.com

اس کے بچے نمبردار کے بچوں کی طرح پاس کے قصبہ میں پڑھنے جایا کریں گے۔ اس کے شوہر ہی نے تو اُسے بتایا تھا کہ سات دن بعد ہندوستان کو آزادی مل جائے گی۔ سب آزاد ہو جائیں گے پھر کوئی کسی پر ظلم یا زیادتی نہ کر سکے گا۔ غریبوں اور کسانوں کا راج ہوگا۔ اور جمنا کے دماغ میں حسین خیالات کے سوتے اُبل اُبل کر آزادی کے سورج کی روشنی میں جگ مگ جگ مگ کرتے بہہ رہے تھے۔ وہ بڑی بے تابی سے ان سات دنوں کے گذرنے کا انتظار کر رہی تھی۔

پھر آزادی کی گھڑی آئی۔ خواب میں نہیں، بلکہ حقیقت میں۔ سب نے مل کر دئے جلائے۔ سارا گاؤں خوشی سے ناچ رہا تھا منڈیروں پر چراغوں کی جھالریں جل رہی تھیں اور گلیوں میں خوشی اور مستی کے قہقہے گونج رہے تھے۔ جمنا نے پرانے غم بھلا دیئے اور دیوں کی جیوتی سے اس آزادی کی آرتی اتاری جو اس کے سپنوں کی دیوی بن کر آئی تھی۔

لیکن یہ رات کس قدر مختصر تھی۔ یہ جوش، یہ خوشی، یہ امنگ کتنی جھوٹی ثابت ہوئی۔ جیسے یہ سب ایک واہمہ تھا، ظالم واہمہ دوسری صبح ہوتے ہی دور ڈھولوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ان

092
www.taemeernews.com

آوازوں کے ساتھ انسانی شور اور انسانی چیخیں بھی سنائی دیں۔ سارے گاؤں پر جیسے فالج سا پڑ گیا اور سب کی رگوں میں خون خشک ہو گیا۔ ایک مردہ منحوس خاموشی گاؤں پر چھا گئی۔ اس گاؤں میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ اس لئے جب دوسرے گاؤں والے اِس پر حملہ کرنے آئے تو وہ گھروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ صرف اس گاؤں کے مسلمانوں نے گھروں سے باہر نکل کر قسم کھائی کہ وہ اُن کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیں گے۔ وہ لوگ مل کر اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر گاؤں کے ناکوں پر جمع ہو گئے۔ انہوں نے حملہ آوروں کو صاف صاف بتا دیا کہ وہ اپنی جان کی بازی لگا دیں گے لیکن اپنے گاؤں میں خون خرابہ نہ ہونے دیں گے۔ اُس دن حملہ آور لوٹ گئے۔ لیکن ہر گھڑی۔ ہر پل۔ ہر رات اور ہر صبح گرد و نواح سے بڑی بڑی خوفناک آوازیں آتیں۔ رونگٹے کھڑے کرنے والی خبریں ملتیں۔ کبھی کبھی ان خبروں کی تصدیق کرنے کے لئے ایک آدھ آدمی یا عورت اُدھر آ نکلتا ہاتھ کٹے ہوئے کٹی ہوئی چھاتیاں لئے، جسم زخموں سے چھلنی۔ اِن سے زیادہ خوفناک اور لرزہ خیز اُن کی کہانیاں ہوتیں اور اندھیرا پڑتے ہی جب چاروں طرف سے ڈھولوں کا شور اور دردناک چیخ پکار

093
www.taemeernews.com

سنائی دینے لگتی تو ان آدمیوں کے زخم خوردہ جسم سب کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگتے ——— وہ خبریں اور افواہیں زندہ ہو کر ان کے سامنے آجاتیں۔ گاؤں کے ہندوؤں کے پاؤں اکھڑنے لگے تھے۔

اُودے ہونے کتنی ہی مرتبہ جمنا سے کہا کہ آؤ گاؤں چھوڑ چلیں، آس پاس کے سب گاؤں خالی ہو گئے ہیں، اب یہاں خیر نہیں ہے، گاؤں والوں میں سے کچھ لوگوں کی نیت خراب ہو گئی ہے، کچھ لوگ ساہوکار کے قرض اور ظلم کا بدلہ لینا چاہتے ہیں، کسی دن شیطان ان پر قابو پالے گا۔ لیکن جمنا برابر انکار کرتی رہی تھی۔ وہ اس بات کا تصور ہی نہ کر سکتی تھی کہ وہ گاؤں چھوڑ سکتی ہے وہ اسی گاؤں کی بیٹی اور اسی گاؤں کی بہو تھی۔ اس کے کھیت کھلیان اور پن گھٹ اُس کے بچپن اور اُس کی جوانی کے خوابوں اور نغموں کا ایک بہت بڑا حصہ تھے۔ وہ نیم کے پیڑ جن میں جھولا پڑتا تھا۔ وہ آنگن جہاں ماہیا گایا جاتا تھا، وہ کنواں جہاں گاؤں بھر کی کنواریوں اور بیاہیوں کے جھمگھٹ لگتے تھے، بھلا کیسے چھوڑا جا سکتا تھا انکو، وہ اپنا گاؤں چھوڑ کر جائے کیوں؟ کیوں جائے؟ اور

094 www.taemeernews.com

جائے بھی تو کہاں جائے؟ ——— اپنے مکان کو اس نے تالاب سے چکنی مٹی ڈھوڈھو کر اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے لیپ پوت کر اس کا شنگھار کیا تھا۔ اِس میں اُس کی چکّی تھی، چولھا تھا اوکھلی تھی۔ وہ بھلا ان چیزوں کو کس طرح چھوڑ کر جا سکتی ہے؟ وہ انہیں اٹھا کر دوسری جگہ کس طرح لے جا سکتی ہے؟ اس نے صاف انکار کر دیا۔

"جمنا اگر تو یہی چاہتی ہے کہ ہم سب اسی گاؤں میں مر کھپ جائیں تو تیری مرضی ویسے اب بھی وقت ہے۔" اس کے شوہر نے اسے آخری بار سمجھایا۔ لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ دو دن اور گذر گئے۔ یکایک آدھی رات کو گاؤں میں شور بلند ہوا۔ ایک طرف سے شعلہ بھڑکا اور پھر واویلا مچ گیا۔ نسیم کی ماں دوڑتی ہوئی آئی اور دروازہ پیٹنے لگی۔ "او اودھو کی بہو، جمنا، اری کواڑ کھول" اودھو نے دوڑ کر کواڑ کھولی ——— "تم بوا؟"

"ارے دروازہ بند کرلے۔" نسیم کی ماں کا سانس چڑھ رہا تھا

"بوا یہ ایک ساتھ کیا ہوا؟" جمنا نسیم کی ماں کو جھنجھوڑ کر بولی۔

"اب خیر نہیں ہے جمنا۔" نسیم کی ماں کا سانس اکھڑ رہا تھا۔

"تم لوگ بھاگ جاؤ۔ باہر کے لوگوں نے چڑھائی کر دی ہے۔

095 www.taemeernews.com

اور گاؤں کے کچھ لوگ ان سے مل گئے ہیں۔ انہوں نے ساہوکار کے گھر کو لُوٹ لیا ہے اور اس کی لڑکیوں کو ننگا کر کے پیڑ سے باندھ دیا ہے۔ جمنا اپنی عزت آبرو بچانی ہو تو بھاگ جا اسی وقت، پچھواڑے سے۔" اور نسیم کی ماں گر پڑی۔ اس کی بوڑھی آنکھیں خوف سے پھٹ گئی تھیں۔ اس کے کمزور جسم کے انجر پنجر کو سانسوں کے تھپیڑوں نے ہلا ڈالا تھا۔ اُسے غش آگیا۔ اور اُس کو اسی حالت میں چھوڑ کر جمنا، جمنا کا شوہر اور اس کے بچے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ جمنا نے اپنے گہنوں کی ہنڈیوں کو نکالنے کے لئے زمین کھودنا چاہی تھی، مگر ادھو نے بڑی بے دردی سے اسے کھینچ کر کہا تھا: "ستیاناس تو کر دیا اب یہاں اور ٹھیر کر میری بوٹیاں اُڑتے دیکھنا چاہتی ہے؟"

وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ جمنا کو اچھی طرح یاد تھا کہ جب وہ بھاگ رہے تھے تو کسی نے انھیں دیکھ کر شور مچایا تھا۔ اِس شور کو سن کر پہلی مرتبہ جمنا کو محسوس ہوا کہ سب سے زیادہ عزیز شے اس کی جان تھی۔ جان بچانے کے لئے کس قدر تیز بھاگی تھی وہ۔ اس وقت اُس کے راستے میں نیم کا پیڑ بھی آیا تھا جس پر جھولا پڑتا تھا۔ وہ کنواں بھی آیا تھا جس پر وہ پانی بھرنے جایا

096
www.taemeernews.com

کرتی تھی۔ وہ کھیت بھی آئے تھے جن میں وہ کپاس چننے جایا کرتی تھی۔ لیکن اُس دن انہوں نے اُس کے قدموں میں سستی پیدا نہ کی۔ اُسے نہ روکا بلکہ انہیں دیکھ کر وہ اور تیز دوڑنے لگی۔ تھی وہ انہیں پار کرنا چاہتی تھی۔ جلد سے جلد، تیز سے تیز وہ جیسے دشمن کے چنگل تھے اور خون کے پیاسے چنگل۔ جب انہوں نے گاؤں پار کر لیا تو بھی جمنا نے پلٹ کر گاؤں کی طرف نہ دیکھا۔ وہ برابر بھاگتی رہی۔

اُن کی جنم بھومی اُن سے چھین لی گئی تھی۔ انہیں جلا وطن کر دیا گیا تھا۔

جمنا ہر قسم کی مصیبتوں کا مقابلہ کرتی دہلی آگئی۔ مگر دہلی آکر اس نے دیکھا کہ وہاں چپہ چپہ زمین گھری ہوئی تھی۔ گلیاں اور بازار، آدمیوں سے بھرے پڑے تھے۔ پارکوں اور دھرم شالاؤں میں پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ اودھو اور جمنا چھ دن تک بچوں سمیت مارے مارے پھرتے رہے۔ کسی کیمپ کے لنگر سے وہ روکھی سوکھی روٹیاں لے کر سارا دن جگہ کی تلاش میں گذار دیتے۔ بعض دن انہیں روٹی بھی میسر نہ ہوتی اور بچے بھوک

097 www.taemeernews.com

پیاس سے بے تاب ہو کر چلّاتے۔ مگر جیسے جمنا اِن سب باتوں کی عادی ہو گئی تھی۔ اُس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا نہ ہوئی اِس نے ہمت نہ ہاری۔ وہ دن بھر اِدھر سے اُدھر مکان کی تلاش میں پھرتی رہتی۔

آخر ایک دن انہیں ایک جگہ مل گئی۔ شہر سے دُور، ایک جگہ جہاں کوڑے کرکٹ اور ٹین کے زنگ آلود ٹکڑوں کے ڈھیر لگے تھے اور شہر کے بے گھر لوگ رفعِ حاجت کے لئے ہر وقت بیٹھے نظر آتے تھے اور ان کے اوپر چیلیں اور کوّے منڈلاتے رہتے تھے، ایک اصطبل تھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ وہ کبھی اصطبل تھا چودھری ہرپھول سنگھ کا۔ اب اس کی یہ حالت تھی کہ ایک طرف کی دیوار بیٹھ گئی تھی اور اس کے ساتھ اُس طرف کی چھت بھی۔ اس وجہ سے وہ اصطبل دور سے مثلث کی شکل کا نظر آتا تھا۔ اُس کی دیواریں ایک ایک اینٹ کی تھیں اور ان میں بڑے بڑے چھید تھے۔ چھت کی کچّی لکڑی کو دیمک چاٹ گئی تھی اور ساری چھت کسی گھڑی بھی گر سکتی تھی۔ اُس کے فرش پر گھوڑوں کے بندھے رہنے کی وجہ سے بڑے بڑے

098
www.taemeernews.com

گڈھے پڑ گئے تھے۔ فرش مٹی کے بجائے، گز دو نیچے تک گھوڑوں کی لید کی تہوں کا تھا اور ان کے پیشاب کی تیزابی بو سارے اصطبل میں بسی ہوئی تھی۔ مچھروں کی وجہ سے دن میں بھی سارا اصطبل گونجتا رہتا تھا۔ اس میں نہ کواڑ تھے، نہ کوئی محافظ تھا۔ آخر اس میں رکھا کیا تھا جس کی حفاظت کی جاتی؟ چودھری نے اپنے گھوڑوں کے لئے دوسرا پکا اصطبل بنا لیا تھا۔

جمنا اور اس کا شوہر اس جگہ کو دیکھتے ہی نہال ہو گئے۔ انہیں محسوس ہوا گویا بھگوان نے اُن کے لئے ایک راج محل کھڑا کیا ہے۔ انہوں نے اس میں ڈیرا ڈال دیا۔ اپنا گاؤں چھوڑنے کے بعد اُس رات وہ کسی سایہ دار جگہ میں پاؤں پھیلا کر سوئے تھے۔ انہیں کیسی گہری اور آرام کی نیند آتی تھی۔

اب جمنا نے پھر اپنی زندگی شروع کر دی۔ اس کا شوہر ایک پتیلے میں چھولے بنا کر بازار میں نکل جاتا۔ اس کے تین بیٹے سیپ کے بٹن۔ سوئیاں۔ شیشے کنگھے۔ مٹھائی کی گولیاں اور اسی قسم کی دوسری چیزیں لئے سارے شہر میں گلیوں گلیوں بیچتے پھرتے۔ وہ خود اپنی چھوٹی لڑکی کو اصطبل میں چھوڑ کر نکل جاتی، پانی لانے، لکڑیاں چننے

099

کنڈے بنانے کے لئے سڑک پر سے گوبر اٹھانے، کسی حلوائی کی دکان پر جھوٹے برتن مانجھنے۔ غرضیکہ جس کام سے بھی دو روٹیوں کا سہارا ملتا وہ اُسی کام کو کرتی۔ رات گئے سب ادھر ادھر سے لوٹ آتے۔ جمنا ان کے آنے سے پہلے ہی لوٹ آتی اور روٹیاں سینک کر تیار رکھتی۔ روٹیاں کھاتے ہی سب کٹے ہوئے درختوں کی طرح نیند کی گود میں گر جاتے۔

دھیرے دھیرے اصطبل کی آبادی بڑھنے لگی۔ دن بھر تتر بتر ہونے والے جھنڈ جگہ کی تلاش میں ادھر سے ادھر مارے مارے پھرا کرتے تھے۔ جمنا کو وہاں رہتے دیکھ کر لوگ اُدھر آنے لگے۔ گو مکان کی چھت ہر گھڑی گرنے کی دھمکی دیتی نظر آتی تھی، اور اس کے پاس سے گزرتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا تھا لیکن پھر بھی جس کو جگہ کا پتہ لگتا وہ اسی میں آن رہتا۔ کوئی تین چار دن میں اُس اصطبل کے اندر پورے پندرہ خاندان آباد ہو گئے۔

چودھری ہر پھول سنگھ کو خبر ملی کہ ان کا پرانا اصطبل جانوروں کے بجائے آدمیوں سے آباد ہو گیا ہے۔ ان کی تیوری پر بل نہیں پڑے، بلکہ ایک دن شام کو وہ خود شیروانی پہن کر، فٹن سے اتر کر چھڑی ہلاتے ہوئے ملاحظہ کے لئے وہاں گئے۔ اصطبل کے سارے

100 www.taemeernews.com

لوگ عقیدت اور احسان کے بار سے بوجھل ہوکر باہر نکل آئے اور سیٹھ جی کا گن گانے لگے۔ انہیں سیٹھ جی دیوتا سروپ معلوم ہو رہے تھے۔ سیٹھ جی اپنی اس نئی رعایا اور غلاموں کی فوج کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ بلکہ انہوں نے ایک چھوٹا سا لیکچر بھی دیا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ شرنارتھی بھائیوں کی مدد کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیں گے۔ وہ ایک دو دن میں ایک ہینڈ پائپ لگوا دیں گے تاکہ پانی لانے کے لئے دور نہ جانا پڑے۔ وہ بجلی کا ایک کھمبا بھی قریب لگوانے کی کوشش کریں گے۔ اگر ان کا بس چلا اور میونسپلٹی مان گئی تو وہ آس پاس کا کوڑا کرکٹ ہٹوا کر سارے میدان کو ہموار کرا دیں گے۔ چلتے چلتے انہوں نے دو نوجوان لڑکیوں کو اپنے یہاں برتن مانجھنے کے لئے ۲۰ روپیہ اور روٹی کپڑا پر نوکر بھی رکھ لیا۔ کیونکہ شہر کی کہاریوں کے مزاج بڑے اونچے ہو گئے تھے، اور دوسرے کوئی شریف کہاری ان کے یہاں قدم رکھنا پسند نہ کرتی تھی۔

دو مہینے گذر گئے۔ اس اثنا میں چودھری جی نے ایک ہینڈ پائپ لگوا دیا اور روشنی کے لئے ایک کھمبا بھی وہاں لگ گیا۔ سب طرف چودھری جی کا گن گان ہوتا تھا۔ وہ انہیں سچ مچ دیوتا

101
www.taemeernews.com

سمجھتے تھے۔ چودھری جی بھی اب جلدی جلدی وہاں آنے لگے تھے۔ اب ان کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور ہوتا۔ کبھی کوئی مقامی لیڈر اور کبھی کوئی افسر۔ وہ بڑے جوش و خروش سے اپنی اسکیمیں ان کو سمجھاتے اور بتاتے کہ اگر حکومت ان کو عمارتی سامان کے پرمٹ دے دے تو وہ ایک شاندار کالونی تعمیر کر ڈالیں گے۔ وہ اس غلیظ علاقے کی صورت بدل ڈالیں گے۔ اصطبل میں رہنے والے انسان بھی ان لیڈروں اور افسروں سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہتے "ہاں مائی باپ! سیٹھ جی کو عمارتی سامان دو۔ بجلی کا کنکشن دو۔ ہر طرح کی سہولتیں دو۔ سیٹھ جی بڑے دیالو آدمی ہیں۔" سیٹھ جی نے شرنارتھیوں کے نام پر عمارتی سامان حاصل کرنے کے لئے عرضی دے دی سب لوگوں نے اس پر بڑی خوشی سے دستخط کر دیئے۔

پھر ایک دن خبر ملی کہ سیٹھ جی کو حکومت نے عمارتی سامان کا پرمٹ دے دیا ہے۔ ان کو بجلی کے کنکشن کی منظوری بھی مل گئی ہے۔ انہوں نے کچھ اور زمین خرید لی ہے۔ جمنا اس دن بڑی خوش ہوئی۔ بات یہ تھی کہ وہ اصطبل پر، اس میں بسنے والے انسانوں پر اور چودھری پر بھی اپنا خاص حق سمجھنے لگی تھی۔ وہ سب سے پہلے اس اصطبل میں آکر بسی تھی۔ اس کے بعد جب دوسرے لوگ آئے تو اس

www.taemeernews.com

لے کسی کو منع نہیں کیا۔ بلکہ خوش آمدید کہا۔ اُس نے بڑی محنت سے اصطبل کے فرش کو مٹی ڈال کر برابر کیا تھا۔ اس نے ہی پہلے دن چودھری کے پاؤں میں گر کر ان کی رحم دلی، انسان دوستی، اور ان کے دیوتا پن کا گن گان کیا تھا۔ وہ چودھری جی کے گھر جا کر مفت اُن کا کام کر آیا کرتی تھی۔ اس نے بڑی خوب صورت ٹوکریاں بنا کر چودھرائن کو بھینٹ کی تھیں۔ اس لئے جب اسے خبر ملی کہ اب یہ اصطبل ٹوٹ کر ایک خوب صورت کالونی بنے گا تو وہ بڑی خوش ہوئی۔ اس دن اس نے ایک دیے کے بجائے چار پانچ دیے جلائے۔ وہ پھر بیوقوفوں کی طرح خواب دیکھنے لگی۔ کھلی آنکھوں سے، ایسے مکانوں کے خواب جن میں ہر کام کے لئے الگ کمرے ہوں گے۔ نل ہوگا، بجلی ہوگی۔

لیکن ایک دن اسے محسوس ہوا جیسے کسی نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر ان کے سر پہ دے مارا۔ ایک لمحہ کے لئے اس کا دماغ مختل و معطل ہو گیا۔ مگر چودھری جی کے آدمی برابر چنگھاڑ رہے تھے۔

"تم کو اس مکان سے، جگہ سے نکلنا ہی ہوگا۔ یہ تمہارے باپ کی جگہ نہیں ہے۔ تم کرایہ نہیں دیتے۔ اب یہاں کوٹھی بنے گی۔"

"لیکن ہم کہاں جائیں؟ سیٹھ جی نے وعدہ کیا تھا کہ کوارٹر بننے تک کے

103 www.taemeernews.com

لئے وہ ہم کو خیمہ دلا دیں گے۔ وہ خیمے کہاں ہیں؟ جب تک ہمارے لئے خیموں کا بندوبست نہیں ہوگا ہم یہ اصطبل خالی نہیں کرینگے"

جمنا غصہ سے پاگل ہو رہی تھی۔

جمنا کے اس سوال کا جواب چودھری صاحب نے آکر دیا۔ لیکن اس دن وہ بولے بھی بہت کم "تم کو یہ اصطبل خالی کرنا ہوگا۔ میں نے تم لوگوں کے لئے دوسری جگہ کا انتظام کرنے کا ٹھیکہ نہیں لیا۔ تم لوگ کہیں بھی جا سکتے ہو ــــ اتنے شرنارتھی کیمپ کھلے ہوئے ہیں۔"

"لیکن چودھری جی اُن میں جگہ کہاں ہے؟ ہمیں وہاں گھسنے کون دے گا؟ آپ دھنوان ہیں۔ آپ ہمارے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے لئے خیموں کا بندوبست کرا دیجئے۔"

جمنا گڑگڑا کر بولی۔

"تم سمجھتی ہو کہ خیمے مفت میں آتے ہیں؟ ایک ایک خیمہ کا کرایہ ساٹھ ساٹھ روپے ہے۔ دو گی اتنا کرایہ؟"

"مگر چودھری جی آپ ہی نے تو ہمیں یقین دلایا تھا کہ اگر ہم افسروں سے کہہ کر آپ کو عمارتی سامان اور بجلی وغیرہ کے پرمٹ اور اجازت نامے دلوا دیں تو آپ ہمارے لئے خوبصورت

104
www.taemeernews.com

کواڑ بنا دیں گے۔ اور جب تک وہ بن کر تیار ہوں گے تب تک ہمارے واسطے دوسرا انتظام کر دیں گے۔ وعدہ کر کے آپ....."

" زیادہ بک بک مت کرو۔ میں آخری مرتبہ آگاہ کئے دیتا ہوں کہ اگر تم نے پرسوں تک یہ جگہ خالی نہ کی تو میں پولیس کو بھیج کر تم کو یہاں سے نکلوا دوں گا، سمجھیں؟"

اصطبل کے کچھ لوگ سمجھ دار تھے۔ انہوں نے دنیا دیکھی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ دولت کے پیادے غریب کے وزیر اور اس کے ہاتھی کو بھی مار گراتے ہیں۔ ان کے دماغ میں ساری تصویر پوری طرح واضح تھی۔ چودھری نے انہیں چکمہ دیا تھا۔ چودھری نے ان کو اب تک اصطبل میں رہنے دیا تھا تاکہ وہ دکھا سکے کہ وہ شرنارتھیوں کی مدد کر رہا ہے۔ ان کو آسرا دے رکھا ہے۔ اس طرح وہ اپنی شہرت بڑھا سکے اور اس کے بعد شرنارتھیوں کے نام پر عمارتی سامان۔ بجلی اور دوسری سہولتیں حاصل کر کے کوڑیوں کے مول شاندار فلیٹ اور دوکانیں بنا سکے۔ اور پگڑیاں لے کر اونچے اونچے کرایوں پر اٹھا سکے۔ وہ جانتے تھے مقامی لیڈروں کے پاس جانے سے کچھ نہ ہوگا۔ انہیں یقین تھا کہ دفتروں کے طواف بیکار ہیں۔ یہ کہانی نئی نہیں ہے

105
www.taemeernews.com

وہ لوگ دوسری جگہ کی تلاش میں لگ گئے لیکن جمنا پھر احمقوں کی طرح اپنی بات پر اڑ گئی۔

اودھو نے سمجھایا "جمنا تو پولیس کے آنے پر کچھ نہ کر سکے گی۔ یہ زمین تیری نہیں چودھری کی ہے۔ مان جا۔ چلی چل یہاں سے۔ تو نے گاؤں میں اسی طرح میرا استیاناس کیا۔ کیا یہاں مجھے جیل کی ہوا کھلانا چاہتی ہے؟"

"میں نہیں جاؤں گی۔ تو آگے مت آنا۔ میں دیکھوں گی کون نکالتا ہے مجھے یہاں سے۔ میں نے چودھری کو عمارتی سامان کے پرمٹ دلوائے ہیں ورنہ اس کا باپ بھی پرمٹ نہ لے سکتا تھا۔ آج تک کیوں نہ بنا لیا اس نے یہ اصطبل؟۔ میں اس کے گلے میں دوپٹہ ڈال کر اسے لیڈروں کے پاس لے جاؤں گی۔ عدالت میں جا کر چلاؤں گی۔ دیکھوں گی انصاف کی آواز کون نہیں سنتا۔ اب نہیں چلے گی یہ بے ایمانی، یہ دھڑے بازی۔ اب ہمارا راج ہے"

اس کے بعد کا قصہ بہت مختصر ہے۔ وہ سب کچھ اتنا مختصر تھا اور اتنی جلدی ہو گیا تھا کہ جمنا کو ٹھیک ٹھیک یاد بھی نہ آ رہا تھا۔ اسے صرف دھندلا دھندلا سا یاد تھا۔ پولیس

www.taemeernews.com

آئی تھی، کافی سپاہی تھے۔ وہ پہلے تو جی بھر کر چلائی۔ پھر جی بھر کر روئی، اور جب کسی پر بھی اس کا اثر نہ ہوا تو وہ زمین پر لیٹ گئی "۔ آئے جس میں طاقت ہے میری چھاتی پر سے پیر رکھ کر گذر جائے۔ دیکھوں کونسا مائی کا لال ہے جو مجھے یہاں سے نکالے گا"

اس نے اپنے بچوں کو بھی اپنے برابر لٹا لیا۔ اودھو نے رو کر اور ہاتھ جوڑ کر اس سے کہا تھا "جمنا مان جا۔ ہم پردیسی ہیں۔ غریب ہیں۔ آزادی کی دیوی پر چڑھائے ہوئے بکرے ہیں۔ ہماری کوئی نہیں سُنے گا۔ کیوں مٹی خراب کرتی ہے"

مگر جمنا نے کچھ سنا ہی نہیں۔ وہ سپاہیوں کو چنوتی دیتی رہی "آؤ آگے بڑھو۔ میری چھاتی پر سے پیر رکھ کر گذر و۔ اگر تمہارا کام سیٹھ جیسے ظالموں کی مدد کرنا ہے، اگر تمہارا کام غریبوں کے آخری سہارے کو لٹوانا ہے، تو آؤ۔ مجھے روند ڈالو۔ میرے بچوں کو کچل ڈالو"

وہ اسی طرح دیوانہ وار چلاتی رہی۔ اُسے کچھ پتا نہیں پھر کیا ہوا۔ صرف جب دو دن بعد وہ جیل سے چھوٹ کر آئی تو اُسے پتہ چلا کہ زنانہ پولیس آئی تھی اور اُسے گرفتار کر کے لے گئی تھی۔ اس رات وہ خواب میں بکتی رہی تھی اور پھر اودھو معافی مانگ کر

107
www.taemeernews.com

اسے چھڑا لایا تھا۔

اصطبل سے نکلنے کے بعد آدھونے چار لکڑیاں گاڑ کر ان کے سہارے بوسیدہ چٹائی کھڑی کر کے اور اوپر پھٹی بوریاں تان کر یہ گھر بنایا تھا۔ اور جمنا اپنے پہلو کے بل لیٹی بچے کو دودھ پلاتی ہوئی اور اس سردی میں ٹھٹھرے ہوئے تارے کو ایک ٹک دیکھتی ہوئی ان باتوں کو سوچ سوچ کر حیرت میں ڈوبی جا رہی تھی کہ بھلا ایسا بھی ہوا ہوگا؟ ایسا بھی ہو سکتا ہے؟

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

پہلی گلابی کرن

www.taemeernews.com

111
www.taemeernews.com

خط پڑھتے ہی لالہ کندن لال کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ایک گھبراہٹ نے ان کے سارے وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ انہوں نے جلدی سے دوکان بند کی، اور گھر کی طرف چل پڑے۔ آج وہ جلد از جلد گھر پہنچ جانا چاہتے تھے، مگر جیسے خود زمین ان کے پیروں تلے سے کھسکی جا رہی تھی۔ ان کے قدم نہ جمتے تھے جیسے تیسے وہ گھر پہنچے۔ گھر پہنچتے ہی کندن لال نے اپنا کوٹ اتار کر کرسی پر پھینک دیا اور اوندھے منہ چارپائی پر پڑ گئے۔ ان کی بیوی جو اپنی نوکرانی رتنی سے پاؤں دبوا رہی تھی، جلدی سے اٹھی اور کندن لال کی چارپائی کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ کندن لال نے آہٹ سن لی، مگر منہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ وہ گم سم پڑے رہے۔ پتی کی یہ عجیب سی حالت دیکھ کر وہ کچھ نہ سمجھ سکی۔ شبہات اس کے دل میں بھر گئے۔ اس کا دل کسی انجان خطرہ سے دھڑک اٹھا گھبرائے ہوئے لہجہ میں بولی۔

112
www.taemeernews.com

"کیا بات ہے جی؟"

مگر لالہ جی خاموش ہی پڑے رہے۔ جواب نہ پاکر وہ ان کے قدموں کی طرف بیٹھ گئی ——— 'میرے رام ——— آج آخر انہیں ہو کیا گیا ہے؟ ——— کونسی فکر نے آگھیرا؟ کیا بلا آن آن پڑی؟ ——— یہ تو کبھی اس طرح ہراساں نہ ہوتے تھے۔ ان کے چہرے پر کبھی ایسی ہوائیاں نہ اڑیں ——— کہیں انکم ٹیکس کے معاملہ میں تو گڑبڑ نہیں ہوگئی؟ مگر اس معاملہ میں تو رشوت دے کر انہوں نے سب کچھ ٹھیک ٹھاک کرالیا تھا۔ پھر؟' ——— اس نے پھر اپنے دماغ پر زور ڈالا۔ اور یکایک اسے ایک بات یاد آگئی۔ خود اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے؛ اور کلیجہ منہ کو آنے لگا۔

'کل آنند را کا شرادھ ہے۔' اس کی یاد نے لالہ جی کا جی اداس کر دیا ہے؛ اپنی لاڈلی بیٹی کی یاد میں خود اس کے بھی آنسو نکل آئے۔

اندرا لالہ کندن لال کی اکلوتی لڑکی تھی، بہت حسین اور ذہین۔ جب وہ عمر پر آئی، تو جیسے اس کے انگ انگ کی کلی کھل اٹھی۔ وہ پھولوں سے لدی ڈالی نظر آنے لگی۔ لالہ جی کو اس سے

113
www.taemeernews.com

شروع ہی سے بہت محبت تھی۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ شہر کے سب سے بڑے سیٹھ ہیرالال کا لڑکا دینا ناتھ اندرا کے روپ پر ریجھ کر خود شادی کے لئے تیار ہو گیا ہے، تو لالہ جی کی یہ محبت دو چند ہو گئی تھی۔

دینا ناتھ کے بارے میں لوگ جانے کیا کیا کہتے تھے ــــ وہ شرابی ہے۔ طوائفوں کے ہاں جاتا ہے۔ جوا کھیلتا ہے، لیکن چونکہ وہ دولتمند باپ کا بیٹا تھا، اس لئے لوگ انہیں محض شوق کہتے تھے۔ اور پھر وہ دولت مند ہی کیا جسے کوئی شوق نہ ہو۔ ــــ لالہ کندن لال کو دولت سے اور اس لئے دولت مندوں سے ہمیشہ کی عقیدت تھی۔ چنانچہ انہیں دینا ناتھ کے مقابلہ میں شہر کے دوسرے خوب صورت تندرست اور نیک چلن پڑھے لکھے لڑکے نہ جچے کیونکہ ان کے پاس "کچھ" نہ تھا، یا اگر کچھ تھا بھی تو دینا ناتھ کے مقابلہ میں اس کی حقیقت کیا تھی؟

ان کا تو قول تھا کہ دولت مند کی جوتیاں اٹھانا بہتر، مگر کنگال کے سرہانے پر بیٹھنا ہیچ۔

اسی لئے تو جس دن منوہر لال نے آکر کہا "لالہ جی بھاگ جاگ گئے ہیں۔ کہو تو دینا ناتھ سے کام بنوا دوں" تو لالہ جی پھولے

114 www.taemeernews.com

نہ سمالے۔ انہیں محسوس ہوا، ان کی قسمت کا تارہ چمک اٹھا۔

اس دن کے بعد سے خود دینا ناتھ بھی ان کی دکان پر آکر بیٹھنے لگا۔

"آپ کو دکان کے لئے مال وغیرہ کی ضرورت ہو، تو ہماری کوٹھی میں خبر کرا دیا کیجیے۔ آپ کو پریشانی اٹھانے کی قطعی ضرورت نہ ہوگی۔"

لالہ جی یہ سنتے اور اپنے اس پرم پرمیشور کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے جس نے ایک اوباش آوارہ بدچلن...... نہیں نہیں جس نے ایک دولت مند باپ کے اکلوتے وارث کو ان کی چندا جیسی بیٹی کے لئے ور کے طور پر چن کر خود ان کے دروازہ پر بھیج دیا تھا۔

جس دن دینا ناتھ ان کی دکان پر آتا تھا، گھر جا کر وہ اندرا سے دُونا دُلار دکھاتے۔ اس پر ان کی بیوی کہتی "بیٹی تو پرایا دھن ہے اس سے اتنا موہ کیوں بڑھاتے ہو؟ گھر کا دیا تو بیٹے سے جلتا ہے" اس پر کندن لال کہہ دیتے۔ "میرے گھر کا چراغ تو اندرا ہے۔"

اور واقعی اندرا اگر ان کے گھر کا چراغ نہ تھی، تو ان کی

115
www.taemeernews.com

دکان کا چراغ ضرور تھی جس میں دینا ناتھ کی کوٹھی سے ہزاروں کا اُدھار مل آکر لگ گیا تھا۔ ان کی تجارت چمک گئی تھی اور ہر شام ان کی تجوری میں لکشمی کی جھنکار خوب زور سے سُنائی دینے لگی۔ اِسی جھنکار کے نشہ میں مدہوش ہو کر ایک دن لالہ کندن لال نے اپنی لاڈلی بیٹی کی سگائی دینا ناتھ سے کر دی۔ شادی بھی تین ماہ بعد کی ٹھہر گئی۔ مگر وقت کے تیور تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔

ایک دن اچانک تار آیا کہ اندرا کی موسی لاہور میں سخت بیمار تھی اور ان کے پاس کوئی نہ تھا۔ انہوں نے کچھ دن کے لئے اندرا کو اپنے پاس بلایا تھا اور لکھا تھا، کہ وہ اچھی ہوتے ہی خود اندرا کے ساتھ چلی آئیں گی۔ لالہ کندن لال اندرا کو بھیجنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ایک تو اس کی شادی کے تین ماہ رہ گئے تھے اور گھر میں کام کاج پھیلا تھا۔ دوسرے لاہور میں جھگڑے فساد ہونے لگے تھے۔ لیکن ان کی بیوی نے مانی۔ اس نے اپنی بہن کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھا اور اندرا کو لاہور بھیج دیا۔

یہ ان دنوں کی بات تھی، جب صدیوں کی غلامی سے نجات ملنے والی تھی۔ لوگوں کے چہرے آزادی کے تصور سے تمتما رہے تھے۔

116 www.taemeernews.com

جلد ہی وہ تاریخی دن آگیا۔ اور جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ آزادی کا سورج نہ تھا، ملک کے سینہ میں گھاؤ تھا جس سے خون کے دھارے ابل ابل کر زمین کو غرق کرتے چلے آرہے تھے۔ لاکھوں انسانوں کے لئے، ان کی جنم بھومی پرایا دیش بن گئی۔ اور ان کی زندگی، ان کی دولت ان کی عزت و عصمت خونخوار درندوں کی حرص و ہوس اور نفسانی خواہشات کا ایندھن بن کر رہ گئی۔

ایک دن اندرا کی موسی روتی دھوتی لاہور سے لالہ کندن لال کے پاس آپہنچی۔ اس نے اپنی چھاتی پیٹ پیٹ کر اور دھاڑیں مار مار کر بتایا کہ کیسے رات کے سناٹے میں ان کے محلہ کو آگ لگا دی گئی۔ ان کا مکان بھی آگ کی لپٹوں میں گھر گیا۔ اندرا اندر سے کمرہ بند کئے سو رہی تھی۔ انہوں نے بڑے زور زور سے کواڑ پیٹ کر اندرا کو بچ نکلنے کے لئے پکارا۔ مگر وہ سوئی پڑی رہی۔ شاید شور و غوغا سن کر اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے نہ تو کواڑ کھولے اور نہ اندر سے جواب دیا۔ اتنے میں شعلے ان کے گرد گھر آئے اور انہوں نے کھڑکی سے کود کر اپنی جان بچائی۔

اس تباہ کن خبر کو سن کر لالہ کندن لال اور ان کی بیوی نے سر پیٹ لیا۔ لالہ کندن لال کی تو حالت غیر ہو گئی۔ وہ بار بار چیخ کر

117 www.taemeernews.com

کہتے "میں نے تجھے منع کیا تھا، میری لڑکی کو لاہور نہ بھیج، مگر، تو نہ مانی اب ہو گیا تیرا کلیجہ ٹھنڈا؟ میرا ستیاناش کرا کے آ گیا تجھے صبر"

کئی دنوں تک گھر میں خاصا رونا دھونا رہا ــــــ لیکن تیرہ دن بعد سوگ کے بادل چھٹ گئے۔ زندگی معمول پر آ گئی۔ ایک روز پڑوس کے پنڈت گوبند رام، رام نام کا جاپ کرتے کھڑاؤں بجا لاتے لالہ جی کے گھر آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں مالا تھی۔

"لالہ جی! اب اس اُداسی اور رونے دھونے کو چھوڑو اپنے کام دھندے سے لگو۔ مرنے والے کے ساتھ کون گیا ہے؟ یہ تو سنسار کا نیم ہے۔ وِدھی کا ودھان کس نے میٹا ہے!"

لالہ جی نے ان الفاظ کو سُنا، اور ان کا چہرہ ایک بار پھر اداس ہو گیا ــــــ "میں تو اس کا بیاہ بھی نہ کر پایا۔ میں نے تو اس کے لئے ایک لکھ پتی گھرانا چُنا تھا، مگر بھگوان نے میرا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ اب کیا ہو گا؟"

اور بات بھی یہی تھی کہ لالہ جی کو سب سے زیادہ افسوس یہی تھا کہ ایک لکھ پتی گھرانا اُن کے ہاتھ سے چھن گیا۔ پنڈت جی بہت نرم اور تشفی بھرے لہجہ میں بولے۔

"یہ سب کچھ ٹھیک ہے لالہ جی، مگر اب تو مرت آتما کے لئے

118 www.taemeernews.com

آپ کے پیار کا ایک ہی سادھن ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ اُس کی شانتی کے لیے دھرم کے انوسار دان پُن کریں۔"

"پنڈت جی!" لالہ کندن لال ترنت ہاتھ جوڑ کر بولے "میں اپنی بِٹیا کی آتما کی شانتی کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں، آگیا دیجیے۔ میں ہر طرح سے اُپستھت ہوں۔"

پنڈت جی کچھ دیر چپ رہے، آنکھیں موندے دھیان میں مگن رہے۔ اور پھر ایک گہرا سانس لے کر بولے "آپ کو یہی دُکھ ہے نا، کہ آپ کی پُتری بنا سنسار کا بھوگ کیے، چلی گئی؟ تو آپ ایسا کیجیے، کہ ہر ماس اس کے نام کا بھوجن وستر آدی کسی کنواری کنیا کو دے دیا کریں۔ اِس سے آپ کی آتما کو بھی شانتی ملے گی، اور اندرا کی آتما کو بھی۔"

لالہ کندن لال کی پتنی آنسو پونچھتی ہوئی بولی: "کون سی کنیا ٹھیک رہے گی اس کام کے لیے مہاراج؟"

پنڈت جی ایک بار پھر وچار میں ڈوب گئے ـــــ "میرے وچار میں میری کنیا جمنا اس کے لیے سر و تھا۔ اُچت رہے گی کیوں کہ وہ بھی اندرا کی اوستھا کی ہی ہے اور پھر وہ اور اندرا تھی بھی سہیلیاں۔ آگے آپ سوچ لیجیے۔"

119
www.taemeernews.com

لالہ اور لالائن دونوں ہاتھ جوڑ کر بولے "ہمیں منظور ہے مہاراج۔ آپ کی کینا ہی اس دان کی پاترہے۔ ہم ہر مہینے آپ کے بتائے مارگ پر چلیں گے۔"

تب سے لالہ جی اور ان کی پتنی ہر مہینے اندرا کے نام کا بھوجن اور وستر اتیادی پنڈت جی کی لڑکی کو دینے لگے۔ اور کل اندرا کی موت کی خبر ملے گیارہ مہینے ہونے والے تھے۔ اس واقعہ کی دردناک یاد نے آج لالہ جی کی پتنی کو اور زیادہ دکھی بنا دیا۔ وہ دکھ بھرے لہجہ میں لالہ جی کا غم ہلکا کرنے کے لئے بولی، "کیا بھگوان نے ہمیں کل کا دن دکھانے کے لئے زندہ رکھا ہے؟ کل پورے گیارہ مہینے ہو جائیں گے، ایک رات سپنے میں بھی تو وہ دکھائی نہ دی اپنی دکھیاری ماں کو۔"

ان الفاظ میں جانے کیا تھا۔ لالہ جی اس طرح تڑپ اٹھے جیسے ہزاروں بچھوؤں نے ایک ساتھ اپنے ڈنک ان کے جسم میں چبھو دئے ہوں۔

"اب سپنے میں کیا دیکھے گی۔ جیتی جاگتی دیکھ لیجو۔ تیری لاڈلی مری نہیں، پرسوں آ رہی ہے، لے یہ رہا اس کا خط ——"

لالہ جی کی پتنی سناٹے میں آ گئی۔ خط اس کی گود میں پڑا تھا

مگر اُس پر تو جیسے بجلی گر پڑی تھی۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے خط اٹھایا، اور اٹک اٹک کر پڑھا۔

"میرے پوجیہ پتا جی اور ماتا جی!
آپ سمجھتے ہوں گے، میں مار ڈالی گئی ہوں، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں زندہ ہوں۔ کاش! وہ لوگ میری بوٹی بوٹی کاٹ کر چیل کوؤں کو کھلا دیتے۔ یہ ان کا مجھ پر سب سے بڑا احسان ہوتا، مگر میں اتنی بھاگیہ وان کہاں ہوں۔
آٹھ مہینے پاکستان میں رہی ہوں۔ اور پچھلے تین مہینوں سے مجھے کیمپوں میں گھمایا جا رہا ہے۔ اس عرصہ میں مجھ پہ کیا گزری، میں اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتی۔ میری چھاتی گھاؤں سے چھلنی ہو گئی ہے۔ میں ننکر وار کو کیمپ کی ایک افسر کے ساتھ آ رہی ہوں۔ آپ اسٹیشن پر ضرور آنا۔ آپ کی بیٹی آپ کے درشنوں کے لئے ترس رہی ہے۔"

یہ خط پڑھتے ہی کندن لال کی پتنی کا بھی چہرہ زرد پڑ گیا جو ابھی ابھی اپنی بیٹی کی یاد میں خون کے آنسو بہا رہی تھی، اپنی بیٹی کے

121
www.taemeernews.com

زندہ ہونے کی خبر سُن کر خوف سے کانپ اُٹھی۔ اس کی ماتا اور محبت ایک دم ہوا ہوگئی۔ اندرا کے زندہ بھوت نے ان کے ہوش و حواس اور ان کے جذبات و احساسات کو یکسر کچل کر رکھ دیا۔

گھر کے دروازے اور کھڑکیاں بند کر کے ایک سبھا بلائی گئی۔ لالہ جی، ان کی پتنی، اندرا کی موسی، دادی اکٹھے بیٹھے۔ پنڈت جی خاص بلاوے پر شامل ہوئے۔ دادی نے بحث کا آغاز کیا۔ انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا: "اندرا اب اس گھر کی نہیں رہی، وہ ناپاک ہو چکی ہے۔ اس کا دھرم کرم بھرشٹ ہو گیا ہے۔ میں اپنی آخری عمر میں اس نرک کی مورتی کو اپنے گھر میں لا کر اپنا جنم کرم خراب نہ ہونے دوں گی۔"

اندرا کی موسی کی چھاتی پر اب بھی نیل کے نشان تھے جو انہوں نے برہما اندرا کے شرادھ کے دن اپنی چھاتی پیٹ کر ڈال لئے تھے۔ مگر آج وہ ناک چڑھا کر اور ہاتھ ہلا ہلا کر کہہ رہی تھی: "وہ ملیچھوں میں رہ کر آ رہی ہے۔ اگر اس کے پیٹ میں ملیچھوں کا بچہ ہوا، تو ——"

وہ آگے کہہ بھی نہ پائی تھی، کہ سب لوگوں کو لقوہ سا مار گیا۔ انہوں کے دماغ میں اب تک یہ بات نہ آئی تھی، کہ اندرا کے ساتھ

122
www.taemeernews.com

یہ ستیاناش بھی ہوسکتا ہے۔ لالہ جی کو اپنی سماجی عزت، آبرو سب کچھ ڈوبتی نظر آئی۔ ان کے منہ سے آواز تک نہ نکلی۔ صرف ان کے سارے جسم سے پسینہ چھوٹ پڑا۔ پنڈت جی نے جو آج تک مری ہوئی اندرا کی آتما کی شانتی کے نام پر بھوجن اور کپڑے لیتے رہے تھے، دھرم کا آخری اور اٹل فیصلہ سنا دیا۔

"ہندو دھرم کے انوسار آندرا کو واپس نہیں لیا جا سکتا۔ وہ ملیچھوں کے گھر میں رہ کر آئی ہے۔ اس نے گئو ماس بھی ضرور کھایا ہوگا۔ اس کے شریر کو بھی اپوتر ہاتھوں نے چھوا ہوگا۔ اس کو اب کوئی سویکار نہیں کر سکتا۔ دینا ناتھ تو کیا، جگو نائی کا بیٹا بھی اس سے شادی نہ کرے گا۔ ہمارے ہندو دھرم میں استری مٹی کے برتن سمان ہے جو کیول ایک بار پانی پینے یوگیہ ہوتا ہے۔ اسے پھر شدھ نہیں کیا جا سکتا۔ شری رام نے ماتا سیتا کو اگنی پریکشا لینے کے بعد بھی انت میں تیاگ دیا۔ ہمارے دھرم میں اس کی انیکوں مثال موجود ہے۔ اب اندرا اس سماج کے یوگیہ نہیں ہو سکتی۔"

لالہ کندن لال نے یہ سب کچھ سنا۔ انھوں نے خاص طور پر سنا کہ دینا ناتھ اب آندرا سے شادی کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوگا

123

www.taemeernews.com

اور ان کے دماغ نے انہیں خاص طور پر یہ سوچنے میں مدد دی، کہ اندرا کو لانے کے معنی بجز پشیمانی و پریشانی، کچھ نہیں۔ اس کی شادی تو کہیں نہ کہیں ہو سکتی ہے، مگر اس کے لئے نہ جانے کتنے ہزار روپے جہیز کے روپ میں دینا ہوں گے۔ اور اس سماجی ذلت اور مالی تباہی کے خیال نے ان کے جذبات اور ان کی پدرانہ شفقت پر فتح حاصل کر لی۔ انہوں نے فیصلہ کیا، وہ شری رام کے بتائے مارگ پر چلیں گے۔ کُل کی مریادا بھنگ ہونے نہ دیں گے۔ ہندو دھرم کی آن پر آنچ نہ آنے دیں گے۔

اندرا کی ماں بھی خاموش تھی، اس کی گردن چھاتی سے آ لگی تھی۔ اس کی نگاہوں میں محلّہ کی عورتوں کے چہرے گھوم رہے تھے۔ ان کی جلی کٹی باتیں، ان کے طنزیہ کلمات، اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اس نے بھی تو عورتوں میں بیٹھ کر دوسروں کی بیٹی اور بہوؤں کے چرچے کئے تھے۔ اب عورتیں اُسے کیوں کر معاف کر سکیں گی؟ اب ان کی باری آئی ہے، اور وہ انتقام لئے بغیر نہ رہیں گی۔

اور محلّہ کی عورتوں کے اس خطرناک انتقام کے خوف نے ماتا اور پیار کا گلا گھونٹ دیا۔ سماج کے خوف کے آگے ماتا، پیار ا

124
www.taemeernews.com

دھرم اور انصاف سب گونگے، اندھے اور اپاہج ہو گئے تھے۔

لیکن جب ان مردہ لوگوں کے جسم کو خوف، دھوکہ اور بزدلی کے کوڑھ نے گلا سڑا کر نکما بنا دیا، تب رتنی کی رگوں میں نئے خون کی گردشیں موجیں مارا ٹھیں، ——— رتنی جو سیٹھ جی کے گھر کی پرانی نوکرانی تھی۔

"تم کیا کر رہے ہو؟ ——— تم چھوٹی بی بی جی کو لینے نہ جاؤ گے؟ کیا تم انہیں قبول نہ کرو گے؟ انہیں مری ہوئی جان کر تو ان کے لئے بھوجن اور وستر دیتے تھے، لیکن آج جب وہ زندہ آ رہی ہیں، تو تم انہیں تیاگ رہے ہو؟ پنڈت جی! تم بی بی جی کو ناپاک کہتے ہو، پتت بتاتے ہو؟ تم اب تک ان کے نام کا دان لیکر پیٹ بھر سکتے تھے۔ مگر ان کو اس گھر میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اور تم موسی جی! تم نے بی بی جی کو نرکیں جھونک کر اپنی جان بچالی ——— یہاں آکر سب کو دھوکا دیا، ڈھونگ رچایا، اور اب اُن کی پرچھائی کو کلنک بتاتی ہو؟ ——— بی بی جی آئیں گی ——— میں انہیں لاؤں گی۔ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔"

رتنی جانے اور کیا کیا بکتی، مگر اسے دھکے دے کر گھر سے

125
www.taemeernews.com

باہر نکال دیا گیا۔

"رتنی ——— تم آئی ہو؟ ——— پتاجی اور ماتاجی کہاں ہیں؟ ———" گاڑی سے اترتے ہی اندرا رتنی سے چمٹ گئی۔

"ان کا نام مت لو بی بی جی ——— وہ اب تمہارے ماتا پتا نہیں ہیں۔ وہ اب تمہیں قبول نہیں کریں گے ———"

"کیا کہہ رہی ہو تم؟ ———" اندرا پر تو بجلی گر گئی۔ اُس کے ساتھ کیمپ کی جو افسر آئی تھی اس نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں پوچھا

"وہ لوگ انہیں کیوں قبول نہیں کریں گے؟ کیا اُنہوں نے انکار کر دیا ہے؟۔ تم مجھے ان کے پاس لے چلو، میں انہیں سمجھا دوں گی۔"

"تم انہیں کچھ نہ سمجھا سکو گی۔ وہ سمجھ کی حدوں سے گذر گئے ہیں۔ ان کی آتمائیں مر چکی ہیں، اور ان کی آنکھوں میں بزدلی کا دھواں بھر گیا ہے۔ انہیں مت چھیڑو، انہیں کوڑھیوں کی طرح ایک طرف پڑا رہنے دو۔ وہ پوری طرح سڑ گل کر رہیں گے۔"

"تب کیا ہم ان کو واپس لے جائیں ——— ؟" کیمپ کی

افسر نے بڑی نا امیدی کے لہجہ میں پوچھا۔

"نہیں، میری بی بی جی آپ کے ساتھ نہیں جائیں گی، یہ میرے ساتھ چلیں گی۔ میرے گھر۔ ——— مجھے دنیا کی پروا نہیں ہے۔ جب میں اکیلی گنوار ہو کر اس دنیا سے ٹکرا سکتی ہوں، تو یہ پڑھی لکھی ہو کر دنیا کو اپنے پیروں میں کیوں نہیں جھکا سکتیں؟ یہ اس دن تک میرے پاس رہیں گی، جب تک انہیں کسی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ جب تک یہ اس دنیا کو لات مار کر اپنی دنیا خود نہیں بنا لیتیں"۔

اندرا پتھر کی مورتی کی طرح کھڑی سب کچھ سن رہی تھی۔ پہلے اسے محسوس ہوا تھا، جیسے اس کا سارا جسم پتھر ہو گیا لیکن رتنی کے آخری لفظوں نے جیسے اس کے پتھرائے ہوئے جسم کو پھر سے زندہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسے یہ معلوم نہیں، کہ رتنی نے کس طرح کیمپ کی افسر کو اس بات کے لئے رضامند کیا کہ وہ اندرا کو اس کے پاس چھوڑ جائے۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم، کہ رتنی کس طرح اسے اسٹیشن سے گھر لائی۔ لیکن جب وہ اس کے گھر کی دہلیز میں داخل ہوئی، تو اسے محسوس ہوا، کہ وہاں ایک نئے سورج کی روشنی ہے اور رتنی اس سورج کی پہلی گلابی کرن ہے۔

www.taemeernews.com

 www.taemeernews.com

جوالا مکھی سُلگ رہا ہے

129

بڑی دوڑ دھوپ اور پریشانی کے بعد اُما کے شوہر کو لودی روڈ کالونی میں ایک کمرہ مل گیا۔ کمرہ خاصا بڑا، صاف ستھرا اور ہوادار تھا۔ اس کے دونوں طرف برآمدہ تھا۔ سامان رکھنے کے اسٹور تھا جس میں کوئلہ، راشن اور برتن بھانڈے رکھنے کے لئے کافی جگہ تھی۔ شہر سے سارا سامان وہاں لے جاکر اور اسے ترتیب سے جما کر جب دونوں نے کمرے کا جائزہ لیا تو انھیں کچھ فخر کا احساس ہوا۔ فخر کی بات بھی تھی۔ اس زمانے میں جب لوگ سڑکوں کے کنارے رہتے ہیں اور سڑکوں کے کنارے بنی ہوئی جھونپڑیوں کی بھی پگڑی لی، دی جاتی ہے، ان لوگوں کو بغیر پگڑی دیئے بنا معقول کرائے پر لودی روڈ کالونی میں ایک کمرہ مل گیا تھا۔

لودی کالونی میں تین طرح کے کوارٹر ہیں۔ افسروں کے لئے تین کمرے والے۔ کلرکوں کے لئے دو کمرے والے اور چپڑاسیوں اور

130 www.taemeernews.com

دفتریوں کے لئے ایک کمرہ والے۔ چپڑاسیوں کے کوارٹروں کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان میں روشنی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ بجلی صرف اوّل الذکر دو قسم کے کوارٹروں میں ہے۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ اس نظام کا بنیادی اصول ہی یہ ہے کہ نچلے طبقے کو اندھیرے میں رکھا جائے، روشنی نہ دی جائے۔

بودی کالونی سرکاری نوکروں کے لئے بنائی گئی تھی۔ آج بھی وہاں کے کوارٹر سرکاری نوکروں ہی کو الاٹ کئے جاتے ہیں لیکن وہاں ہر وہ شخص رہ سکتا ہے جو مکان دار کو کرایہ کی خاصی رقم دے سکتا ہے۔ اگر آپ ۲۰۰ روپیہ ماہوار دے سکتے ہیں تو آپ کو سارا کوارٹر مل سکتا ہے۔ مکاندار بیوی بچوں کو ماں باپ کے پاس بھیج کر کسی چپڑاسی کے ساتھ اُس کے کوارٹر میں گذر کرے گا۔ اگر آپ ۹۰ روپے ماہوار دینا چاہیں تو آپ کو کوارٹر کا بڑا کمرہ اور رسوئی مل جائے گی اور مکاندار سامان و بچوں کو لے کر چھوٹے کمرے میں چلا جائے گا اور اس کی بیوی برآمدے میں کھاٹ کی آڑ بنا کر رسوئی بنا لیا کرے گی۔ غرض یہ کہ آپ کے پاس پیسہ ہونا چاہیئے، آپ ان درمیانہ طبقے کے باپوؤں سے جن کی تنخواہیں کم ہیں اور جن کے اخراجات بڑھتی ہوئی قیمتوں اور پھیلتے ہوئے بلیک مارکیٹ کے

131 www.taemeernews.com

طفیل سے بے قابو ہو رہے ہیں، اُن کے کوارٹر لے سکتے ہیں۔ اُن کی بیویوں سے رسوئی چھین سکتے ہیں اور ان کے بچوں سے گرمیوں میں سونے کے لئے کھلی چھت جھپٹ سکتے ہیں۔ صرف آپ کے پاس پیسہ ہونا چاہیئے۔ پھر آپ کو کوئی پرواہ نہیں — اور یہ نظام اور بلیک مارکیٹ سلامت رہے، لکشمی کا باس آپ کے گھر میں رہے گا

لیکن لودی کالونی کا بیان ان رفیوجیوں کا ذکر کئے بغیر ادھورا ہی رہے گا جو ہندوستان کے ہر حصے میں، ہر بستی میں اور ہر سڑک کے کنارے پر بکھرے نظر آتے ہیں۔ یہاں بھی رفیوجی ہیں۔ کوارٹروں کے پوربی سرے پر ایک لمبی سڑک ہے جو مڑکر کوٹلہ مبارک شاہ کو جاتی ہے۔ یہ سڑک شروع میں بالکل سنسان پڑی رہتی تھی اور اس کے دوسری طرف گھنی جھاڑیاں تھیں جن میں رات کے وقت گیدڑ رویا کرتے تھے۔ لیکن آج یہاں گیدڑوں کے بجائے آدمیوں کا شور سنائی دیتا ہے اور جس مخلوق نے گیدڑوں سے ان کے خلوت کدے چھینے ہیں وہ رفیوجیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہیں۔

ہاں، اب اس سڑک کے دونوں طرف ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ہزاروں جھونپڑیاں اینٹ، پتھر، لکڑی

132 www.taemeernews.com

چٹائی۔ سرکی۔ بوری اور خدا جانے کس کس چیز سے بنا کر کھڑی کی گئی ہیں۔ یہ جھونپڑیاں، مکان بھی ہیں اور دوکانیں بھی۔ ان میں ڈاکٹر بھی بیٹھتے ہیں اور بھڑبھونجے بھی بھاڑ جھونکتے ہیں۔ اور شاید اسی وجہ سے اس سڑک کا نام ریفیوجی مارکیٹ پڑ گیا ہے

اس ریفیوجی مارکیٹ میں کفن سے لے کر ریشمی کپڑا تک سب کچھ بکتا ہے۔ اور خالص عیار ربانی اسٹور" سے لے کر "راما آئرن اینڈ اسٹیل ورکس" تک ہر قسم کے کارخانہ جات دکھائی دیتے ہیں۔ اس مارکیٹ میں سج دھج نہیں ہے۔ بجلی کے قمقمے یا شیشے کے شوکیس نہیں ہیں جن میں خوبصورت عورتوں کے مجسمے آپ کی آنکھوں کو لبھالیں۔ یہاں محنت کا کھیل ہے۔ زندگی کی جد و جہد کا ننگا اور توانا روپ ہے۔ یہاں زندہ اور با ہمت انسان بھوک اور موت کے خلاف بے یار و مددگار شب و روز لڑتے نظر آتے ہیں۔

ان دکانوں کی پچھلی طرف بھی جد و جہد جاری ہے۔ جو جھونپڑیاں سامنے سے دوکان نظر آتی ہیں، پیچھے سے مکان ہیں۔ میں نے انہیں مکان اس لئے کہا ہے کہ وہاں عورتیں بے پردہ بیٹھی رہتی ہیں اور بچے ننگے لوٹتے رہتے ہیں۔ ورنہ وہ مکان نہیں

133 www.taemeernews.com

ہیں وہ بھی دوکانیں ہیں۔ جہاں مردوں کے بجائے عورتیں بچیاں اور لڑکے محنت کرتے ہیں۔ جہاں دوکان پر بیچنے کے لیئے ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں کھاٹیں بنی جاتی ہیں۔ مسالے کوٹے جاتے ہیں۔ اچار ڈالے جاتے ہیں۔ مٹھائیاں بنائی جاتی ہیں۔ اور پکوڑے اتارے جاتے ہیں——
جھونپڑیوں کے انہیں آدھے حصّوں میں، جن میں جگہ نہیں، پردہ نہیں دھوپ ہوا اور بارش سے بچاؤ نہیں۔ سب کچھ ہوتا ہے: ننگ بے پردہ، بے سایہ، غلیظ جھونپڑیوں کے ایک کونے میں شرمیلی دلہنیں سکڑ کر اپنی سہاگ رات منالیتی ہیں۔ یہیں رات بھر جوان بہنیں، اور بیٹیاں سانس روکے پڑی رہتی ہیں۔ یہیں بچے پیدا ہوتے ہیں اور یہیں مرنے والوں کو کھاٹ سے زمین پر اتارا جاتا ہے ——
یہیں بچے ٹٹی کرتے رہتے ہیں اور یہیں کنواری لڑکیاں اکڑوں بیٹھ کر اور دھڑ کو رانوں سے ملا کر میٹھے پر پانی ڈال لیتی ہیں —— غرض یہ کہ انہیں جھونپڑیوں میں بچپن کھلاتا ہے، جوانی جلتی ہے اور بڑھاپا روتا ہے۔

آما نے یہاں آنے کے اگلے دن ہی یہ سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ صبح کو جب وہ سو کر اٹھی تھی تو سورج نہ نکلا تھا۔ آسمان پر پو کی سرخ پھیلی ہوئی تھی۔ ایک عجیب موہنی سی آسمان پہ چھائی ہوئی تھی۔

134 www.taemeernews.com

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑکی پر آکھڑی ہوئی اور باہر جھانکا۔ لیکن جونہی اس کی آنکھیں باہر کے منظر پر پڑیں، وہ جھجک کر پیچھے ہٹ آئی۔ شرم سے اس کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ ایک بار پھر باہر دیکھے ——

—— باہر سڑک کے پار جہاں جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں، وہاں کھلے میدان میں سینکڑوں عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سڑک کی طرف اپنی پیٹھیں کر رکھی تھیں اور بیٹھے رفع حاجت کر رہے تھے۔ اُما شرم سے ٹوٹ سی گئی۔ "اُوہ اتنی بے پردگی —— اتنی بے حیائی۔ یہ عورتیں ایسا کرنے سے پہلے زمین میں کیوں نہ گڑھ گئیں۔" وہ بہت دیر تک بستر پر پڑی اس منظر کو اپنی آنکھوں سے ٹالنے کی کوشش کرتی رہی لیکن اسے بار بار ناکامی ہوتی اور یہ منظر کسی موذی بھوت کی طرح اس کے سامنے آکھڑا ہوتا۔ اس کا دل ان عورتوں کے لئے نفرت سے بھر گیا۔

لیکن جیوں جیوں وقت گذرنے لگا اُما کے دل میں ان عورتوں کے لئے نفرت کم ہونے لگی۔

اب وہ اپنی کھڑکی سے ان عورتوں کو میدان میں لوٹا لئے بیٹھے دیکھتی، جھونپڑیوں کے آگے سب کو راہ گزر والوں کی نظروں کے سامنے ننگی نہاتے دیکھتی، لیکن اس کے دل میں نفرت پیدا نہ

135 www.taemeernews.com

ہوتی۔ وہ الٹا ان کی حمایت کرتی۔ اس دن تو وہ اپنے شوہر سے لڑ بھی پڑی تھی "ہاں، یہ عورتیں اپنا جسم دکھاتی پھریں گی —— یہ بازاروں میں ننگی پھریں گی —— یہ شرم کو اتار کر اس طرح پھینک دیں گی جیسے تم لوگوں نے اپنی مردانگی، شرافت اور انسانیت کو اتار کر پھینک دیا ہے۔ یہ دنیا کو دکھلا دیں گی کہ جس نظام کی برکتوں کے گیت گاتے گاتے تم لوگ نہیں تھکتے، اس کا اصلی اور ننگا روپ یہ ہے۔ اس میں عورت کی عزت اور اس کی عصمت کی قدر اس طرح کی جاتی ہے۔"

اس کا منھ سرخ ہو گیا، اس کی آنکھوں میں باغی نگاہیں ڈولنے لگی تھیں۔ آخر یہ عورتیں، یہ شرمیلی دلہنیں اور کنواری لڑکیاں کیا کریں؟ اگر جھونپڑی میں کپڑے بدلنے کے لئے جگہ نہیں، اگر آڑ کے لئے ایک پھٹا دوپٹہ نہیں، اگر پاخانہ نہیں، غسل خانہ نہیں تو یہ کیا کریں؟ زمین کھود کر اس میں گڑ جائیں یا اُڑ کر بادلوں کے پیچھے چلی جائیں؟' —— ایک دن اُسے چندرا نے جو اس کے یہاں برتن مانجھنے آتی تھی، بتایا تھا —— "بی بی جی، ایک دن کی بات ہو —— دو دن کی بات ہو لیکن ہمیں تو سارا جنم یونہی سڑکوں کے کنارے کاٹنا ہے —— کب تک شرم کریں؟ کہاں

136
www.taemeernews.com

تک شرم کریں ؟ ـــــ جب میں اس جھونپڑی میں بیاہی آئی تھی تو آٹھ دن تک میں اپنے میاں کے ساتھ نہ بولی تھی ـــــ جہاں وہ مجھے چھوتا تھا میں کھاٹ سے اُتر کر زمین پر بیٹھ جاتی تھی۔ ساس سسر نند اور دیور سب منھ پھیرے پڑے رہتے تھے۔ پر میں جانتی تھی کہ سب سانس روکے پڑے ہیں۔ ان کے جسم یونہی اکڑ کر بے حس وحرکت پڑے ہیں۔ میں اتنی بے حیائی کیسے برت سکوں گی؟ ـــــ اس بات پر میرے میاں نے ایک رات مجھے جوتوں سے پیٹا تھا اور سب چُپ چاپ آنکھیں موندے پڑے رہے تھے۔ اُس رات سب کے سامنے میں نے شرم و حیا تیاگ کر اپنی سہاگ رات منائی تھی ـــــ اسی طرح مجھ سے میدان میں لوٹا لے کر نہ جایا جاتا تھا ـــــ بغیر آڑ کے نہایا نہ جاتا تھا ـــــ لیکن آخر کب تک ؟ آخر ایک دن میں نے ان سب کو اور لڑ والوں کو اپنا جسم دکھا کر اپنی پیٹھ پر پانی ڈال لیا۔ اب مجھے کچھ نہیں ہوتا ـــــ یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ کسی بات میں شرم ہوتی ہے یا جسم بھی چھپانے کی چیز ہے میری عزت کا پردہ اور آنکھوں کی شرم تو ان آزادی دلانے والوں کی بھینٹ چڑھ گئی ۔"

اُما یہاں جاڑوں میں آئی تھی۔ جاڑے ختم ہو گئے اور گرمیاں آئی

137
www.taemeernews.com

شروع ہوئیں۔ لوگوں نے اپنے لحاف اور کمبل باندھ کر رکھ دئے اور سلک اور وائل کے کپڑے نکال لئے۔ انھوں نے اپنے کمروں سے چارپائیاں بھی نکال لیں اور کوارٹر کی چھتوں پر یا نیچے سبزلان میں ڈال لیں لیکن رفیوجیوں کی بستی میں موسم کا کوئی اثر نہ تھا۔ نہ ان کے پاس جاڑوں میں گرم گرم لحاف اور کمبل تھے، اور نہ اُونی سوٹ۔ اس لئے نہ ان کے بستر بدلے نہ لباس۔ نہ ان کے پاس جاڑے سے کوئی بچاؤ تھا اور نہ گرمیوں کی تپتی دوپہریں اور دم گھوٹنے والی راتوں سے فرار۔ وہ، ان کی عورتیں اور ان کے بچے کھدر کے میلے کھیسوں میں گٹھری بنے ہوئے پڑے رہتے تھے۔ اب وہ سب کے سب ننگ دھڑنگ ٹانگیں پھیلائے رات بھر مچھروں کے مارے اپنا جسم پیٹتے رہتے تھے۔ ان کی زندگی بدستور کٹتی رہی، یہاں تک کہ برسات آگئی ——— آسمان سرمئی گھٹاؤں سے پٹا رہنے لگا۔ پُروا ہوا کافور کی طرح ٹھنڈی اور نم نم رہنے لگی ——— کوارٹر والوں کے لئے یہ بڑا رومینٹک موسم تھا۔ جس دن بارش ہوتی لوگ دفتر نہ جاتے۔ اپنی عورتوں سے چہلیں کرتے۔ پکوڑیاں بنواتے اور چھت پر جاکر بارش میں نہاتے اور ایک دوسرے کو پکڑتے پھرتے ——— کبھی اُما کو بھی بادلوں کا انتظار رہتا تھا اور وہ آنگن میں بارش کے پھولوں کو کھلتے دیکھ کر

138 www.taemeernews.com

جھوم جھوم اٹھتی تھی۔ لیکن یہاں لودی روڈ آکر جیسے اس کی یہ خوشی ختم ہو گئی تھی۔ بادلوں کو دیکھتے ہی اس کی نگاہ آسمان سے ہٹ کر نیچے زمین پر آجاتی تھی جہاں رفیوجیوں کی جھونپڑیاں تھیں ——— اور جیسے وہ دعا مانگنے لگتی کہ بارش نہ ہو ——— یہ بادل آئیں اور اس وقت تک بغیر برسے چلے جایا کریں جب تک وہ نظام نہ آجائے جس میں ہر آدمی کے سر پہ سایہ ہو۔ سڑک پر بسنے والے یہ انسان مکانوں کی بالکونیوں میں کھڑے نظر آئیں اور ایک بھی انسان کی آنکھوں میں بادلوں کو دیکھ کر ایسا خوف اور ڈر پیدا نہ ہو جیسا ان لاکھوں رفیوجیوں کی نگاہوں میں پیدا ہو رہا ہے۔

لیکن دعا بے کار تھی۔ کیونکہ بارشیں ہو رہی تھیں اور خوب زور دار کی ہو رہی تھیں۔ رفیوجیوں کی جھونپڑیوں میں آدھ آدھ گز پانی کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور اوپر سے ٹاٹ اور سرکنڈوں کی چھتیں بارش ہونے کے بعد تک ٹپکتی رہتی تھیں۔ جب بارش آتی تو یہ لوگ اپنے تمام موٹے موٹے کپڑے تو دوکان کے سودا سلف پر ڈال دیتے اور خود بچوں کو گود میں لے کر چارپائیوں پر بیٹھ جاتے تھوڑی دیر میں جھونپڑیوں میں پانی بھر جاتا اور چارپائیاں ناؤوں کا کام دیتیں۔

اس منظر کو دیکھ دیکھ کر اما کا جی اداس ہو جاتا۔ وہ خاموش

139
www.taemeernews.com

رہنے لگی۔ اس کا شوہر اسے بار بار سمجھاتا کہ بہت جلد بہتر وقت آنیوالا ہے۔ اِس وقت اُداس ہونے کا کام نہیں ہے! انہیں حالات میں انسان بغاوت کرتا ہے۔ یہ وہ آگ ہے جس میں انقلاب کا لوہا تپ کر فولاد بن رہا ہے۔ لیکن اُسے یقین نہ آتا۔ اور یقین بھی کیسے آتا؟ ——— آئے دن ایک نہ ایک واقعہ ایسا ہوتا رہتا تھا کہ اس کا یہ یقین ٹوٹ جاتا تھا۔ اسے عوام کی طاقت پر بھروسہ نہ ہوپاتا۔ اس نے کئی بار دیکھا کہ لودی روڈ میں بھی وہی ہوتا ہے جو اس سے پہلے چاندنی چوک، کھاری باؤلی اور کناٹ پلیس ہوتا تھا۔ یعنی یہاں بھی میونسپل کمیٹی والے پولیس کو لے کر آتے تھے اور رفیوجیوں کی جھونپڑیوں کو زبردستی گرا جاتے تھے اور رفیوجی اپاہجوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے اور ان کی عورتیں اور بچے روتے رہتے۔ ان میں سے کسی کی آنکھوں میں شعلہ پیدا نہ ہوتا وہ اپنے سر چھپانے کی جگہوں کو مسمار ہوتے دیکھ کر محض گالیاں دے کر اور آنسو بہا کر رہ جاتے۔ کیا یہ مردانگی ہے؟ کیا یہ زندگی ہے؟ کیا یہی لوگ عوام ہیں اور یہی عوامی قوت کا مظاہرہ ہے؟ اس کے دل میں یہ خیال اور سوال برچھیوں کی طرح کھب کر کھڑے ہو جاتے اور وہ ایک جھلسا دینے والے غم غصہ اور ناامیدی کے عالم میں گرفتار ہو جاتی جب سے برسات شروع ہوئی

140
www.taemeernews.com

تھی تب سے جھونپڑیوں کا گرانا تو بند ہو گیا تھا لیکن کمیٹی والوں نے ایک اور شغل نکال لیا تھا۔ اب وہ پٹریوں پر دوکان لگانے اور سودا بیچنے والوں پر حملے کرنے لگے تھے۔ ہر تیسرے دن وہ اچانک بازار پر دھاوا بول دیتے۔ اور جو لوگ سڑک پر سودا بیچتے تھے یا جنہوں نے اپنی دکانوں کے آگے بنچ یا کرسیاں ڈال رکھی تھیں یا سڑک پر بانس کھڑے کر کے پردے لگا رکھے تھے، انھیں پکڑ لیتے، ان کا مال ضبط کر لیتے اور ان پر جرمانہ کر دیتے تھے۔

اُما نے کئی بار دیکھا تھا کہ کمیٹی والوں کے آتے ہی بازار میں بھگدڑ سی مچ جاتی۔ لوگ اپنا سودا اٹھا کر بھاگنے لگتے۔ ٹھیلوں پر پھل، دہی بڑے یا کباب وغیرہ بیچنے والے اپنے ٹھیلوں کو ڈھکیل کر اندھوں کی طرح کوارٹروں کے پیچھے گلیوں میں چھپتے پھرتے۔ اور جن کی دکانوں کے آگے بنچ یا کرسیاں پڑی ہوتی تھیں وہ ان کو اٹھا کر دوکانوں میں رکھنے لگتے۔ سب کے چہرے خوف و ہراس کے مارے ایسے سفید ہو جاتے جیسے ان کے اوپر بجلی گری ہو اور جسم میں خون کی ایک بوند نہ رہی ہو۔

یہ منظر دیکھتے ہی اُما کے تن بدن میں آگ لگ جاتی۔ آخر یہ ہزاروں لوگ ان چند آدمیوں سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں؟ بزدلوں

141
www.taemeernews.com

کی طرح کیوں ڈرتے ہیں؟ اپنی جگہ جم کر اپنے حقوق کے لئے کیوں نہیں لڑتے؟ ان کی زندگی میں ایسی کونسی چیز رہ گئی جس کا انھیں بوجھ ہے جس سے ان کو پیار ہے۔ جب موت ان کو گھُن کی طرح دھیرے دھیرے کھا رہی ہے تو یہ خود دوڑ کر موت سے ٹکر کیوں نہیں لیتے؟ اگر ان کو اس زبوں حالی میں بھی موت کا اتنا ڈر ہے تو آدمی بغاوت کب کر سکے گا؟ ان سوالوں کا جواب اس کا شوہر بھی نہ دے سکتا تھا اور اُما پر اداسی کا غلبہ ہو جاتا۔ وہ بالکل نا اُمید ہو جاتی۔

اس دن بھی اُما پر ایسی ہی اداسی اور نا اُمیدی چھائی ہوئی تھی۔ وہ رسوئی گھر میں بیٹھی ہوئی چائے کے پانی کے گرم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ کمرے میں اس کا شوہر اور چند دوست بیٹھے گپ لڑا رہے تھے۔ ریڈیو پر فلمی گانے آ رہے تھے۔ لتا منگیشکر ایک طربیہ غزل ادا کر رہی تھی۔ گیتا رائے ایک غمناک گیت گا رہی تھی۔ میکش ثریا کے ساتھ ایک دوگانہ گا رہا تھا۔ لیکن اُما گھٹنوں پر ٹھوڑی جمائے چپ چاپ بیٹھی تھی ——— آج اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ اپنی بے بسی اور لوگوں کی بُزدلی کے احساس نے اُسے پوری طرح دبوچ لیا تھا۔ اس نے کھڑکی میں سے دیکھا تھا کہ شانتی کا شوہر ایک کمبل میں لپٹا لپٹایا فٹ پاتھ پر پڑا ہے۔

142 www.taemeernews.com

اور اس کے سامنے انڈوں کی ٹوکری پڑی ہوئی ہے۔ وہ زمین پر پڑا پڑا مرا سا جا رہا تھا۔ اُما کو معلوم تھا کہ اُسے بہت سخت بخار ہے اور اس کی پسلی میں ضرب آگئی ہے۔ پچھلے ہفتہ جب میونسپلٹی والوں نے دھاوا بولا تھا تو دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی ان سے بچ نکلنے کے لئے بھاگا تھا۔ لیکن اسے ٹھوکر لگی اور وہ اس بُری طرح گرا کہ اس کی بائیں پسلی میں ضرب آگئی اور اس سے اُٹھا نہ گیا۔ اس دن سے وہ بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ لیکن آج وہ کیوں باہر آن پڑا ہے، یہ اندازہ لگانے کی اُسے ضرورت نہ پڑی۔ اسے معلوم تھا کہ تین دن کی موسلا دھار بارش کی وجہ سے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں رہا ——— اس کی چھوٹی لڑکی کو بارش میں بھیگتے رہنے کی وجہ سے نمونیا ہو گیا ہے اور شانتی کے درد اٹھ رہے ہیں۔ اس کے بچہ ہونے میں گھڑیاں جاتی ہیں ——— اسی لئے بارش بند ہوتے ہی وہ اپنے درد کی پروا نہ کر کے سڑک پر انڈے لے کر جا پڑا ہے کہ اپنی بیوی کے لئے گرما اور گوند کا بندوبست کر سکے ——— 'یہ بھی کیا زندگی ہے؟ اس میں کیا خوشی ہے؟ یہ تو عذاب ہے مسلسل مستقل عذاب!' اُما پر قنوطیت کا غلبہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ 'دنیا میں پیدا ہونا واقعی پچھلے جنم کے پاپ کا نتیجہ

143
www.taemeernews.com

ہے: واقعی انسان اس دنیا میں اپنے پاپ کا پھل بھوگنے کے لئے آتا ہے۔ انسان کو اس دُکھ سے صرف موت ہی نجات دلا سکتی ہے۔ موت ..... مُکتی کا ایک ہی ذریعہ ہے ——— اور وہ موت کے بوجھل خواب آور تصور میں کھو گئی تھی۔

"اُما ——— اُما ——— باہر آؤ۔ ذرا دیکھو تو"

اُما کا شوہر دوڑتا ہوا رسوئی گھر میں آیا۔ "کیا، کیا ہوا ———"

اُما چونک کر اُٹھی۔ ابھی اس کے دماغ نے کام کرنا شروع نہ کیا تھا۔

"ارے تم یہ آوازیں نہیں سن رہی ہو؟ باہر آکر تو دیکھو۔ کیا ہنگامہ مچا ہوا ہے" ——— اور وہ اُما کا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچتا ہوا برآمدے میں لے آیا۔

اب ایک ساتھ اُما کے دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس نے دیکھا رفیوجی مارکٹ میں ایک ٹرک کے گرد بہت بڑی بھیڑ جمع ہے اور لوگ بڑے جوش میں چلا رہے ہیں ——— "ہم ٹرک نہیں جانے دیں گے۔ ہم ٹرک کے آگے لیٹ جائیں گے۔ ہمارا سامان اتار دو۔ ہمارے آدمیوں کو رہا کر دو۔"

"یہ سب کچھ کیا ہے؟ ——— یہ لوگ کس کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں؟ ——— " اُما اس نظارے کو بوکھلائی ہوئی دیکھ

144 www.taemeernews.com

رہی تھی۔ اس نے ٹرک کے قریب کھڑے ہوئے پولیس والوں کو نہ دیکھا تھا۔

"ارے تم میونسپلٹی والوں اور پولیس والوں کو نہیں دیکھ رہی ہو؟ آج ان لوگوں نے پھر چھاپا مارا ہے ۔۔۔ سڑک پر رکھ کر سودا بیچنے والوں کا مال، سڑک پر رکھی ہوئی بنچ اور کرسیاں چھین کر ٹرک پر رکھ لی ہیں اور انہوں نے کچھ سودا بیچنے والوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔"

اب اماں کی سمجھ میں آگیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ سارے مارکٹ کے رفیوجی ٹرک کے گرد جمع ہو گئے ہیں۔ سارا مارکٹ آدمیوں سے بھر گیا ہے۔ وہ جوش میں آکر ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے ٹرک کے زیادہ سے زیادہ قریب پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ادھر جھونپڑیوں سے عورتیں نکل کر بھیڑ میں گھسنے کے لئے چلی آرہی ہیں۔ ٹھیلے دار ٹرک کے انجن پر کھڑا ہو کر اپنا چمڑے کا بیت ہلا ہلا کر جانے کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن لوگوں کے شور میں اس کی آواز بالکل دب کر رہ گئی تھی۔ لوگ چلا رہے تھے ——— "ہم اب یہ زیادتی برداشت نہیں کریں گے۔ ہمارا سامان ٹرک سے نیچے اتارو۔ ہمارے آدمیوں کو چھوڑ دو ورنہ آج خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ ہم نے

www.taemeernews.com

تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے ——— ہم خود محنت مزدوری کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں۔ ہمارے پاس مکان نہیں، دکان نہیں۔ پگڑی دیکر یہ چیزیں حاصل کرنے کے لئے نقدی نہیں ——— پھر ہم کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ بتاؤ ——— بتاؤ"

اور ساری لودی کالونی ان آوازوں سے گونج اٹھی۔ ان آوازوں سے جن کے سامنے تھانیدار کی آواز دب کر رہ گئی تھی۔ ان آوازوں کے سامنے جن کا کسی کے پاس جواب نہ تھا۔ اور ہزاروں گلوں سے نکلی ہوئی یہ آوازیں تھانیدار، پولیس کے سپاہیوں اور میونسپلٹی والوں ہی سے سوال نہیں کر رہی تھیں بلکہ اُس وقت کوارٹروں میں کھڑے ہوئے لوگوں سے، کوٹھیوں میں آرام کرتے ہوئے وزیروں، افسروں اور سرمایہ داروں سے پوچھ رہی تھیں کہ ہم کہاں جائیں؟ کیا کریں؟ بتاؤ اس زمین پر بسنے والے بے درد اور بہرے خداؤ، ہمارے مصائب کا حل کیا ہے؟ ہم لودی روڈ کی ان سڑکوں کو چھوڑ دیں گے۔ ہم سڑکوں، بازاروں اور گندے نالوں کے کنارے اپنی جھونپڑیاں بنا کر قانون نہ توڑینگے۔ لیکن ہم کو جگہ دو۔ زندہ رہنے کی، روزی کمانے کی۔ امن اور

146 www.taemeernews.com

شانتی سے اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی۔

ان آوازوں کے شور سے، ان سوالوں کے دباؤ سے، ان جمع ہونے والے مردوں عورتوں اور بچوں کے ریلوں سے تھانیدار کے حواس گم ہو گئے ــــــ اس نے ایک آخری کوشش کی! اس نے اپنی پیٹی سے پستول نکال لیا۔ پاس ہی کھڑے ہوئے سپاہیوں کو لاٹھی چارج کرنے کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا۔ اور ٹرک کے ڈرائیور کو حکم دیا کہ فوراً ٹرک چلا دے۔

دوسرے ہی لمحے سپاہیوں نے لاٹھیاں تان لیں۔ ٹرک کے ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کر لیا اور تھانیدار کی گرجدار آواز گونجی ــــــ "سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اگر کوئی ٹرک کے سامنے آیا تو گولی مار دوں گا۔" اور ٹرک چل پڑا ــــــ بھیڑ میں کھلبلی سی مچ گئی ــــــ ٹرک کے سامنے والے لوگ مڑ کر بھاگنے لگے اور یک لمحہ کے لئے بھیڑ میں سے ٹرک کے لئے راستہ بنتا دکھائی دیا ــــــ لیکن دوسرے ہی لمحہ اس انسانی سمندر کی لہریں پھر لوٹ آئیں۔ ایک بوڑھا سکھ بھیڑ کو چیرتا ہوا آیا اور ٹرک کے سامنے لیٹ گیا ــــــ "بھاگتے کہاں ہو؟ ہیجڑے نہیں ہو، مرد ہو ــــــ روک لو اس ٹرک کو......

147 www.taemeernews.com

س طرح سسک سسک کر اور ڈر ڈر کر کیا جینا؟ —— مر جاؤ یا زندوں کی طرح جیو"!

اس کی اس آواز کا سنائی دینا تھا کہ ایک طوفان اُمڈ پڑا۔ بھاگتے ہوئے لوگ اُمڈ آئے اور اس یاران کا جوش وخروش اور عزم دیکھ کر تجربہ کار تھانیدار سمجھ گیا کہ یہ طوفان اس کے روکے نہیں رُکے گا۔ اس کے چند سپاہی، ان کی لاٹھیاں اور اس کا پستول، ان لوگوں کے اُٹھتے ہوئے قدموں کو نہ روک سکے گا، جن کے لئے زندگی اور موت میں بہت کم فرق رہ گیا ہے —— جن کی زندگی موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوگئی ہے، زندگی کا موہ اور موت کا خوف ان لوگوں کے نزدیک صفر کے برابر رہ گیا ہے۔ اور جب ایسی حالت آجاتی ہے تو انسان کسی چیز سے نہیں ڈرتا —— وہ زمانہ تک کو اُلٹ کر رکھ دیتا ہے —— اور فوراً اس نے حکم دے دیا —— "آج تم لوگ اپنا سامان ٹرک سے اتار سکتے ہو —— لیکن آئندہ میں تم کو سڑک پر بیٹھے نہ دیکھوں"!

لوگوں نے اس فقرہ کا آخری حصہ نہیں سُنا کیونکہ اسکے فقرہ کا شروع کا حصہ سنتے ہی خوشی مسرت اور کامیابی کا

148 www.taemeernews.com

ایک نعرہ بلند ہوا جس سے ساری لودی کالونی گونج اُٹھی ——
پولیس راج مردہ باد ——— جنتا کی طاقت زندہ باد" اور لوگ
اگلے ہی لمحہ ٹرک سے سارا سامان اٹھا کر اپنی اپنی جھونپڑیوں کی
طرف لے جانے لگے۔

دو چار منٹ میں ہی بھیڑ چھٹ گئی اور دوکاندار اپنی
دوکانوں کی طرف چل دیے۔ لیکن ٹرک پھر بھی نہ چل سکا۔ اور
جب اُما نے اُدھر نظر گھمائی تو اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔
ٹرک کے آگے کیچڑ آلود سڑک پر شانتی بیٹھی ہوئی تھی۔
ہاں ٹرک کے سامنے سڑک پر شانتی بیٹھی ہوئی تھی وہ
شانتی جو نمونیا کی مریض اپنی ننھی سی بیٹی کو گود میں لئے ہوئے
تھی۔ وہ شانتی جس کے درد اُٹھ رہے تھے ——— وہ
شانتی جسے اپنی حالت کا احساس نہ تھا۔ کسی کی شرم اور کسی
کا ڈر نہ تھا ——— وہ ٹرک کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی
کیوں کہ پولیس والوں نے اس کے شوہر کو پکڑ کر موٹر میں بٹھا
لیا تھا۔

اُما نے چونک کر اس جگہ دیکھا جہاں اُس نے شانتی کے
شوہر کو بیٹھے دیکھا تھا ——— وہاں اب کچھ نہ تھا صرف ٹوٹے

www.taemeernews.com

ہوئے انڈوں کے خول اور الٹی ہوئی ٹوکری پڑی تھی۔ اُمّا نے سُنا تھا پنڈا کہہ رہا تھا ـــــ "میں کہتا ہوں ٹرک کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ کھڑی ہو جاؤ۔ میں نے تم لوگوں کی ایک بات مان لی ہے۔ اور زیادہ ضد نہ کرو۔" لیکن شانتی نے شاید کچھ نہ سُنا۔ اس پر رقت اور جوش کا ملا جُلا غلبہ تھا۔ وہ نیم مجنونانہ انداز میں کہے جا رہی تھی ـــــ "میرے آدمی کو اتار دو ـــــ میں اپنے آدمی کو یوں گرفتار نہ کرنے دونگی۔ وہ بیمار ہے۔ اُس سے اٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا۔ تم نے اس کی یہ حالت تو کر دی ہے۔ اب اس کی جان لے کر رہو گے ـــــ ظالمو! قصائیو! اس کی حالت دیکھو ـــــ میری حالت دیکھو۔ میری بچی کی حالت دیکھو۔ تم کو ظلم ڈھاتے ہوئے رحم نہیں آتا؟ کیا تمہارے پاس روٹی کمانے کا یہی ذریعہ رہ گیا ہے کہ تم مرتے ہوؤں کو مار دو؟" اس کے بعد شانتی نے اپنی چھاتی کوٹنا شروع کر دی۔

"میں نیچے جاتی ہوں ـــــ اگر اس کا ہاتھ کہیں نیچے پڑ گیا تو بچہ پیٹ ہی میں مر جائے گا۔ مجھے شانتی کو بچانا ہے۔" اُمّا چلاتی ہوئی زینے کی طرف بھاگی۔ عین اسی وقت موٹر کے اسٹارٹ ہونے کی زوردار آواز سنائی دی۔ اُمّا کے دوڑتے ہوئے قدم رُک گئے۔ اس کی چیخ نکل گئی: "کیا اس ظالم نے شانتی کے اوپر سے موٹر چلا دیا؟"

www.taemeernews.com

"نہیں اما ـــــ نہیں۔ گھبراؤ مت!" اما کے شوہر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اس نے شانتی کے اوپر سے موٹر نہیں چلائی بلکہ موٹر کو پیچھے کی طرف ہٹا رہا ہے!"

اما نے جھانک کر دیکھا ـــــ واقعی ٹرک پیچھے کو مل رہا تھا ـــــ یہ دیکھ کر اما کی جان میں جان آئی۔ لیکن شانتی کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ٹھا کیدار موٹر کو پیچھے ہٹا کر دائیں ہاتھ والی سڑک سے نکال لیجانا چاہتا ہے۔ وہ فوراً اٹھ کر دوڑی اور اس نے چلانا شروع کیا۔

"ارے خود غرضو! ہیجڑو! تم کو شرم نہیں آتی؟ اپنا اپنا سامان اٹھا کر بھاگ گئے اور اپنے آدمیوں کو چھوڑ دیا ـــــ ڈوب مرو چلو بھر پانی میں ـــــ او چندرا۔ سبھدرا۔ کوشل، ارے تم تو یوں کھڑی کھڑی مت دیکھو۔ اس موٹر میں تمہارے بھی بھائی بند قید ہیں ـــــ آؤ اور ڈالدو اس ٹھا کیدار کے گلے میں دوپٹہ۔ آؤ ـــــ"

شانتی کی اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ جیسے جھونپڑوں میں آگ لگ گئی۔ عورتوں کے جھنڈ کے جھنڈ نکل پڑے اور ٹرک کی

151
www.taemeernews.com

طرف دوڑے۔ اُما نے دیکھا عورتوں کے اس غول میں بوڑھی، جوان بچیاں سبھی تھیں اور بے پرواٹرک کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ اس نظارے نے مُردوں کے خون کو شعلہ دکھایا ——— عورتوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر دوکانوں سے نکل نکل کر مُرد بھی ٹوٹ پڑے۔ لمحہ بھر میں پھر ٹرک کے گرد پہلے جتنی بھیڑ جمع تھی۔ بلکہ اس بار تو کوارٹروں سے بھی بابو لوگ دوڑ پڑے تھے۔ ایسا شور بلند ہوا کہ چند لمحوں کے لئے کچھ سُنائی نہ پڑا۔ کانوں کے پردے سے پھٹ گئے۔

اُما، اس کا شوہر اور اس کے دوست بھی اُدھر سے اُتر کر بھیڑ کی طرف بھاگے ——— وہ ٹرک کی طرف اس طرح دوڑ رہے تھے جیسے خود اُن کا کوئی اپنا عزیز بے جا طور پر گرفتار کر لیا گیا ہو ——— لیکن جونہی وہ بھیڑ کے قریب پہنچے، خوشی کا ایک جوش بھرا نعرہ بلند ہوا۔ اور بھیڑ چھٹنے لگی۔

"کیا ہوا ——— کیا ہوا" ——— اُما چلّائی۔ اور جیسے ساری بھیڑ نے جواب دیا۔

"ہمارے آدمی چھوٹ گئے ——— ہم جیت گئے ——— جنتا کی طاقت کے آگے کسی کی نہ چلے گی۔"

www.taemeernews.com

اور ایک ساتھ اُما نے دیکھا شانتی اپنے بیمار شوہر کا ہاتھ پکڑے بھیڑ کو چیرتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس کا منھ سُرخ ہو رہا تھا۔ بال کھل کر بُری طرح بکھر گئے تھے۔ اور اس کی آنکھوں سے ایسا دھواں سا نکل رہا تھا جیسے اندر ہی اندر کوئی جوالا مکھی سُلگ رہا ہو ✣ ✣

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

جہاں ماں بننا عذاب ہے

155
www.taemeernews.com

جب جیٹھ کی گرمی پڑ لیتی ہے اور اساڑھ کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو لوگ بارش کے لئے بیتاب ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان کی نگاہیں آسمان کے ایک سرے سے کالی کالی گھٹاؤں کو اُٹھتے دیکھتی ہیں تو کتنی امنگ اور کتنی زندگی ان کے اندر بھر جاتی ہے۔ پچھلے کچھ مہینوں سے دینا بھی اپنے اندر ایسی ہی خوشی، امنگ اور زندگی محسوس کر رہی تھی۔ اس کے شوہر کی نگاہوں میں بھی اسی خوشی، امنگ اور زندگی کی جھلک تھی۔ اس کے یہاں پہلا بچہ ہونے والا تھا۔ شادی کے بعد بچے کی خواہش ویسے ہی پیدا ہو جاتی ہے جیسے گرمی پڑتے ہی برکھا کے بادلوں کی۔ یہ بھی تو زندگی اور تخلیق کے پیامبر ہیں۔ ایسے ہی بادل دینا کی زندگی پر چھا رہے تھے۔ اور وہ مورنی کی طرح خوشی میں ناچ رہی تھی۔ اسے بڑی بے تابی سے اس گھڑی کا انتظار تھا جب چاند کا ایک ٹکڑا اس

156
www.taemeernews.com

کی گود میں اُتر آئے گا۔ اس کے خواب اور اس کے ارمان ایک حسین سے بچّے کی صورت اختیار کر کے اس کے سامنے آجائیں گے۔ کتنی اہم اور کتنی زندگی پرور ہو گی وہ گھڑی۔

وہ گھڑی دن بدن نزدیک آرہی تھی اور وینا کو اس گھڑی کی فکر پڑ گئی تھی۔ اس کے ساس یا نند نہ تھی۔ گھر میں میاں بیوی تھے۔ کوئی ایسا قریبی رشتہ دار بھی نظر نہ آتا تھا جسے جاپے کے وقت بلایا جا سکتا۔ اس لئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسپتال میں جاپا کرایا جائے۔ 'اسپتال' ——— وینا کے ذہن میں ایک عجیب رومانی نقشہ کھنچ گیا۔ اس نے ایک فلم میں جو سرکار کی طرف سے دکھائی گئی تھی' ایک اسپتال دیکھا تھا۔ ہوا دار کمرے' چمکتا ہوا فرش' ٹائلوں کی سفید دیواریں' لوہے کے پہیے دار پلنگ' سفید براق چادریں اور چست نرسیں۔ پلنگوں پر مورتیں چادروں سے ڈھکی ایسے پڑی تھیں جیسے انھیں تکلیف نہ ہو' بلکہ سکھ کی نیند سو رہی ہوں۔ اس تصوّر سے وہ دل ہی دل میں مگن ہو اٹھی۔

جس دن اسے اسپتال جانا تھا اس دن اس کی آنکھ بہت سویرے کھل گئی۔ اس نے جلدی جلدی اپنے شوہر کا کھانا پکایا

157 www.taemeernews.com

اور ۸½ بجے ہی کپڑے پہن کر تیار ہو گئی۔ جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ اسپتال پہنچی تو ۹ بجنے میں کچھ منٹ کی دیر تھی۔ وینا نے سوچا کہ یہ بہت اچھا ہوا وہ جلدی آ گئی۔ ڈاکٹر دس بجے آئے گی تو اس کا پہلا یا دوسرا نمبر ہو گا۔ اُس کا شوہر اُسے چھوڑ کر اپنے دفتر چلا گیا، کیونکہ اس کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ وینا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی اور جب وہ سڑک پر مڑ گیا تو وہ بڑے اطمینان سے اسپتال میں داخل ہوئی۔ اندر والے گیٹ پر پہنچتے ہی ایک عیسائی عورت نے اسے ٹوکا۔

"بچے والی ہو؟"

وہ چونکی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے اس عورت کی طرف دیکھا۔ عورت کی تیوری بگڑ گئی۔ اس نے اس کے پیٹ کو اپنے انگلیوں کی پشت سے ٹھوکا دیتے ہوئے سختی سے کہا۔

"پیٹ دکھانا ہے؟"

شرم کے مارے وینا کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور کان جلنے لگے اُوہ کتنی بے حیا اور بدتمیز ہے یہ عورت! اس کا گلا خشک ہو گیا۔ لیکن اس عورت نے جواب کا انتظار نہ کیا۔ گتے کا ایک چھوٹا

158 www.taemeernews.com

ٹکڑا اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے وہ اسی لہجہ میں بولی۔

"جاؤ ہال کمرے میں جا کر بیٹھ جاؤ۔"

وینا اس سے آنکھ تک نہ ملا سکی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے گتے کا ٹکڑا لیا اور جلدی سے ہال کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ جب وہ ہال کمرے کے پاس پہنچی تو اس نے اس گتے کے ٹکڑے کو پلٹ کر دیکھا۔ اس پر انگریزی ہندسوں میں لکھا تھا ۲۰۲ 'دو سو دو'۔ اسکی سمجھ میں اس کا مطلب نہ آیا۔ اِسی کو دیکھتے ہوئے اُس نے ہال کمرے میں قدم رکھا ——— اندر قدم رکھتے ہی جیسے اسے بجلی کا جھٹکا لگا۔ وہ چونک اٹھی۔ اس نے دیکھا ہال کمرہ عورتوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس کے ساتھ اسے ۲۰۲ کا مطلب سمجھ میں آگیا۔ اس کا نمبر ۲۰۲ تھا اور اس سے پہلے ۲۰۱ عورتیں پیٹ دکھانے کے لئے آچکی ہیں ——

'اوہ میرے بھگوان'؛ وینا کو چکر سا آگیا۔ پھر یکایک اسے محسوس ہوا وہ شرم کے مارے زمین میں گڑی جا رہی ہے۔ ۲۰۱ عورتیں اور سب کی سب حاملہ، اس سے آنکھ اٹھا کر ان عورتوں کی طرف نہ دیکھا گیا۔ وہ آنکھ بچاتی ہوئی دیوار کے سہارے سہارے کونے کی طرف جانے لگی۔ یکایک اس کی ٹانگیں کسی سے ٹکرائیں اور کوئی چلائی۔

"ہائے ——— دونوں ہی پھوٹ گئی ہیں کیا۔ دیکھا نہیں جاتا۔"

159
www.taemeernews.com

اور سہم کر جب وینا نے دیکھا تو اسے نظر آیا دیوار کے سہارے سہارے بھی عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔

اس نے اس عورت سے معافی مانگی جس سے وہ ٹکرائی تھی اور آگے بڑھ گئی۔ آگے کہیں جگہ نہیں تھی۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ بنچوں پر اور ہال کمرے کی دیواروں کا سہارا لئے عورتیں ہی عورتیں بیٹھی تھیں۔ جو عورتیں بعد میں آئی تھیں وہ بنچ یں فرش پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس کے لئے کہیں ایسی جگہ نہ تھی جہاں وہ کسی چیز کے ساتھ پیٹھ لگا کر بیٹھ جاتی۔ وہ کچھ دیر تک کھڑی کھڑی اِدھر اُدھر دیکھتی رہی اور آخر کار ایک بنچ کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

یہاں کھڑے ہو کر اس نے اطمینان سے کمرے کا جائزہ لیا۔ ہندوستانی، پنجابی، سندھی، مدراسی اور مسلمان عورتوں سے کمرہ بھرا پڑا تھا۔ سب کے پیٹ پھولے ہوئے تھے۔ وہ پہلو بدل بدل کر بوجھ ہلکا کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ سب کی سب نرس کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں جو آکر کہے گی "ڈاکٹر آگئی ہیں۔ لائن بنالو۔ سات مہینے سے زیادہ پیٹ والی ایک طرف اور سات مہینے سے کم پیٹ والی دوسری طرف۔" مگر نرس نہیں آئی اور وینا کو کھڑے کھڑے آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ اس کی ٹانگیں

160
www.taemeernews.com

بوجھ کے دباؤ سے دکھنے لگیں اور اس کی کمر اکڑ کر تختہ سی ہو گئی۔ وہ تڑپ سی گئی۔ اس کی، اوہنہ، اوہنہ، سُن کر بنچ پر بیٹھنے والی عورت نے مڑ کر دیکھا۔ وینا نے رحم کی طلبگار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اسے شاید رحم آگیا۔ تب ہی وہ اپنے دونوں طرف والی عورتوں کو دھکا دیتی ہوئی بولی۔

"دیکھو تو یہ چھٹے ساتویں مہینے والی تمہارے پیچھے گھنٹوں سے کھڑی ہے۔ بھلا اتنا بھار لئے یہ کب تک کھڑی رہے گی؟ ہٹو۔ اسے بھی جگہ دو۔"

دوسری عورتوں نے ایک ساتھ مڑ کر دیکھا اور پھر سب کی نگاہیں اس کے پیٹ پر جم گئیں، جیسے مہینوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا چاہتی ہوں۔ وینا کو شرم کے مارے پسینہ آگیا۔ مگر عورتوں کی پڑتال ختم ہو چکی تھی۔ ان کی نگاہوں نے شہادت دے دی تھی کہ واقعی اسے ساتواں مہینہ جا رہا ہے۔ اور اب انہوں نے سکڑ کر اس کے لئے جگہ بنا دی۔

"آجا ری۔ بیٹھ جا یہاں آکر۔" پہلی عورت نے اُسے بلایا اور پھر اپنے ساتھ والی عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے بولی۔

"بھلا اس حالت میں کھڑا ہوا جاتا ہے؟"

161
www.taemeernews.com

"تم کھڑے ہونے کی بات کہتی ہو۔" دوسری عورت بنچ پر پیروں کے بل بیٹھتی ہوئی بولی۔ "کھڑا کیا ڈھنگ سے بیٹھا بھی نہیں جاتا۔ میں تو بیٹھے بیٹھے چُور ہو گئی ہوں۔ جی چاہتا ہے یہیں لیٹ جاؤں۔"

"لیٹ جاؤں؟" پاس بیٹھی ہوئی تیسری عورت نے، جس کے ہاتھ پاؤں سوکھے ہوئے تھے، جسم کی تمام نسیں پھولی ہوئی تھیں اور پیٹ بہت آگے نکلا ہوا تھا کراہتے ہوئے فوراً بات کاٹ دی۔ "بہن مجھ سے تو لیٹا بھی نہیں جاتا۔ نہ اس کروٹ، نہ اس کروٹ۔ اور جسم بھی کیا کرے۔ مانس کا بنا ہے، لوہے کا تو نہیں ہے۔ بارہواں بچہ ہونے جا رہا ہے۔"

"بارہواں"—— وینا دھم سے ان عورتوں کے درمیان کی خالی جگہ میں بیٹھ کر پھنس گئی۔

"ہاں بہن۔" اس عورت نے بات کو اسی طرح جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "۲۰ سال بیاہ کو ہوئے ہیں۔ تب سے اسی طرح یہ کایا کٹ رہی ہے۔ لاکھ جتن کئے کہ کوکھ کا منہ بند ہو جائے۔ جس نے جو دوا بتائی، کھائی۔ پر نہ جانے کیا شراب لگا ہے کہ سال، سوا سال، ڈیڑھ سال سے اُوپر نہیں جاتا—— اب تو بڑی دکھی ہو گئی ہوں اس زندگی سے۔ بھگوان اب تو موت

162 www.taemeernews.com

دے دے۔"

"ہماری ماں نے تو سات لونڈے اور سات لونڈیاں جنی تھیں پر کایا لوہے کی طرح مضبوط تھی۔ ساٹھ سے اوپر کی عمر ہو گئی تھی پر ہم نے اوپر کوئی بتاتا نہ تھا۔ وہ تو اپنے بڑھاپے میں ہم سے جوان دیکھتے تھی۔"

چوتھی عورت نے بڑے فلسفیانہ انداز میں تبصرہ کیا۔

"اپنی ماں، دادی کی بات چھوڑو بہن۔" پانچویں عورت نے چوتھی عورت کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ زمانے ہی کچھ اور تھے۔ گھر گھر گائے بھینس تھیں۔ گھی ڈیڑھ سیر اور دو سیر کا بکتا تھا۔ گیہوں سے کوٹھے بھرے رہتے تھے اور سبزی کوڑیوں کے مول بکتی تھی۔ تب ہی تو زچہ دس دس پندرہ پندرہ سیر گھی جناپے میں کھاتی تھی۔ کایا تو کھانے سے چلتی ہے۔"

"مگر بی بی کھائیں کہاں سے؟ چیزیں تو اب بھی مل جاتی ہیں پر انہیں خریدنے کو سونا کہاں رکھا ہے؟ ہر چیز میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جو چیز دیکھو سونے کے مول بکتی ہے اور پھر بھی کھری نہیں۔ کونسی چیز ہے جس میں ملاوٹ نہیں؟ گھی میں کوڑ جم۔ دودھ میں پانی۔ آٹے میں دنیا بھر کا الاٹے بلاٹے جب یہ حال ہو تو کایا کیسے بنے؟"

"ٹھیک کہتی ہو بہن۔" ایک عورت جو اسی وقت آکر کھڑی

163
www.taemeernews.com

ہوئی تھی اور جس کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا اور ریشمی ساڑی میں ہزاروں شکنیں پڑی ہوئی تھیں، بات میں بات ملاتے ہوئے بولی۔

"اِن دنوں عورت کو اچھی خوراک ملنی چاہیئے۔ اپنے ہی لئے نہیں بلکہ اس بچے کے لئے جو اس کے اندر پل رہا ہے۔ اسے کم سے کم آدھا پاؤ گھی چاہیئے۔ آدھا سیر دودھ چاہیئے۔ دو چار پھل چاہئیں۔ پھر اگر کوئی کمی رہ جائے تو طاقت کی دوائیں چاہئیں۔ لیکن جب روٹی کے لالے ہوں، پہننے کو کپڑے نہ ہوں اور رہنے کے لئے اندھیری گندی کوٹھریاں بھی پگڑیاں دے کر ملتی ہوں، تو کہاں سے یہ غذا کھائیں؟ ڈاکٹر نے میرا خون ٹیسٹ کیا ہے۔ خون بڑا پتلا ہے۔ اس نے انجکشن بتائے ہیں۔ لیکن میرے چار بچے ہیں، ایک جوان کنواری نند بیاہنے کو ہے اور بوڑھے ساس سسر ہیں۔ سب کے سب میرے آدمی کی آمدنی پر گذر کرتے ہیں۔ اور وہ صرف ڈیڑھ سو روپے کا کلرک ہے۔ بچے تک بنا دودھ کے رہتے ہیں۔ بھلا میں کہاں سے انجکشن لگواؤں"۔

"اگر یہ حالت ہے تو بچے کیوں پیدا کرتی ہو۔ بند کر دو"۔

سب عورتیں ایک ساتھ چونک پڑیں۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ ان کے پاس ایک عورت آن کھڑی ہوئی تھی جس کا جسم چھپکلی کی

164 www.taemeernews.com

طرح سوکھا سا کھا تھا لیکن وہ سرخی پاؤڈر سے پوری طرح پتی اور ریشم میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں کالا بٹوہ تھا اور دوسرے میں تین گرہ کا رومال جس کو وہ اپنی ناک پر رکھے ہوئے تھی۔ اس کے مردہ مگر رنگے ہوئے ہونٹوں کے کونوں سے غرور رِس رِس کر بہہ رہا تھا۔ یقیناً وہ کسی کارولے کی بیوی تھی۔ اس کی بات سن کر اور اس کا لباس دیکھ کر، سب عورتوں کے چہرے غصہ سے لال ہو گئے۔ ان کا خون کھول اٹھا۔

جس عورت پر یہ فقرہ کسا گیا تھا اس کا تو غصہ کے مارے بُرا حال ہو گیا۔

"تم یہی کہنا چاہتی ہو نا کہ جب ہمارے پاس کھانے کو نہیں ہے تو ہم اپنے آدمیوں کے پاس کیوں جاتی ہیں؟ تم ٹھیک کہتی ہو۔ ایسی ہی ٹھیک بات ایک اور امیر زادی نے مجھ سے پہلے بھی کہی تھی ہیں تم سے پوچھتی ہوں کہ ہم غریب آدمی کیا مٹی کے بنے ہیں؟ تمہاری طرح ہم بھی ہاڈ ماس کے بنے ہیں۔ تم امیر زادیاں سینما دیکھتی ہو، تالابوں میں ننگی نہاتی ہو، پرائے مردوں کے ساتھ چھاتی سے چھاتی بھڑا کر ناچتی ہو۔ تمہارے آدمی بھی پرائی عورتوں کو کاروں میں لئے پھرتے ہیں۔ تمہارا جی تو اس

165
www.taemeernews.com

اس طرح بہل جاتا ہے۔ لیکن ہم اور ہمارے آدمی کیا کریں؟ اگر اپنے آدمی کے پاس نہ جائیں تو کیا یار کریں؟ اپنے آدمیوں کو گھر سے نکال کر کیا رنڈیوں کے کوٹھوں پر بھیج دیں؟"

اس عورت کے لہجہ میں شعلوں کی لپک تھی اور اس کی آنکھوں میں وہ آگ تھی جو بھوک، افلاس اور تنگدستی نے ان تمام عورتوں کی زندگی میں لگا رکھی تھی جو وہاں موجود تھیں۔ اس چھپکلی نما عورت نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا۔ ہر طرف غصہ سے انگارہ آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔ ان کی حدت اور تپش وہ برداشت نہ کر سکی اور بوکھلا کر جلدی جلدی قدم اٹھاتی باہر چلی گئی۔

"چلی گئی حرامزادی۔ لیکچر دینے آئی تھی۔ دونوں وقت اچھا کھانے کو اور ریشم پہننے کو مل جاتا ہے نہ۔"

"یہی بات ہے بہن۔ ان امیرزادیوں کو کیا پتہ کہ ہماری مجبوریاں کیا ہیں۔ ہم کب چاہتے ہیں کہ ہمارے آئے سال بچے پیدا ہوں ہمارے یہاں نوکر نہیں جو مہینہ چڑھتے ہی ہم پلنگ سنبھالنے اور عیش کرنے لگیں۔ ہمیں تو آخری دن تک خود ہی سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ہم چاہتی ہیں کہ ہمارے بچے پیدا نہ ہوں، مگر ہمیں کوئی تو بتائے کہ ہم کیا کریں؟ سرکاری اسپتالوں میں بچے جنانے کا

166 www.taemeernews.com

انتظام ہے مگر بچے پیدا نہ کرنے کی ترکیب کے متعلق کچھ نہیں بتایا جاتا۔ سرکاری قانون کی رُو سے حمل گرانا جرم ہے مگر بچوں کی پرورش کا سرکار کوئی ذمہ نہیں لیتی۔ یہ سرکار صرف یہ بتاتی ہے کہ یہ نہ کرو مگر ایسا انتظام نہیں کرتی کہ آدمی وہ کام کرنے پر مجبور نہ ہو۔ میں اپنی ہی بات بتاتی ہوں۔ جب میرے پیٹ میں یہ بچہ آیا تو میں نے گرانا چاہا۔ کوئی سرکاری اسپتال اس کام کے لئے نہیں ہے۔ ڈاکٹر لوگ چوری چھپے آپریشن کرتے ہیں مگر وہ ڈیڑھ سو اور دو سو روپے فیس لیتے ہیں۔ بھلا میں کس طرح ڈیڑھ سو روپے خرچ کر سکتی تھی چٹ پٹ کی دوائیں کھا کر اور ہار تھک کر بیٹھ گئی۔ اب میرے پانچواں بچہ ہونے والا ہے۔ سرکار اس کو مفت جنوا تو دے گی مگر اس کی پرورش سے اسے کوئی سروکار نہیں۔"

"ہاں بہن غریب آدمی کے لئے سب مصیبتیں ہیں۔ دُنیا جینے کو تو کہتی ہے مگر جینے کا راستہ نہیں بتاتی۔ کیا زمانہ آگیا ہے کہ ماں بننا شراپ ہوگیا ہے اور اولاد کے نام پر لوگوں کے منہ پیلے پڑ جاتے ہیں جیسے انہیں سولی پر چڑھایا جا رہا ہو، یا کولھو میں پیلا جا رہا ہو۔"

اور وینا نے سوچا یہ عورت غلط نہیں کہہ رہی۔ یہاں اگر

167
www.taemeernews.com

جیسے کسی نے اس کی پتلیوں پر چڑھی ہوئی جھلّی اتار دی اور اس کی آنکھیں ٹھوس، بے رحم حقیقت سے دوچار ہوگئیں۔ اب تک اس کے دل میں بچّے کے لئے جوش تھا اور امنگ تھی، لیکن اب اس نے محسوس کیا یہ محض ناتجربہ کاری کی خوشی ہے۔ اسے معلوم نہیں ایک ایک بچے کو پالنا کتنا بڑا اقتصادی مسئلہ ہے بچّہ محض گود میں کھلانے اور منہ چوم لینے سے نہیں پل جاتا۔ اسے اچھی غذا چاہیئے۔ اسے اچھا ماحول چاہیئے اور ان تمام چیزوں کو مہیا کرنے کے لئے اچھی آمدنی چاہیئے۔ اور اچھی آمدنی ایک اچھے اور ایمان دار آدمی کے لئے ناممکن سی ہے۔ وہ شاید پہلے بچّے کی پیدائش کے بعد اس بوجھ کو محسوس نہ کرے۔ مگر جب دوسرا تیسرا بچّہ ہوگا تب کیا وہ اتنی خوش رہ سکے گی؟ کیا وہ ماں بننے کو خوش نصیبی سے تعبیر کرسکے گی؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ بھی ان عورتوں کی طرح آنے والے بچّے کو عذاب خیال کرے گی۔ اس کے ساتھ کسے محسوس ہو اس کے پانچ سات بچّے ہو چکے ہیں۔ اس کا شوہر بیمار پڑا ہے۔ گھر میں کھانے کو نہیں ہے اور اس کے ایک بچّہ پیدا ہونے جا رہا ہے —— ایک اور بچّہ —— نہیں، ایک اور کھانے والا —— اُن کی سوکھی

www.taemeernews.com

روٹی میں سے ایک اور ٹکڑا توڑنے والا ـــــ وینا کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا اور اسے جسم ایک لاش یا ایک ارتھی کی طرح بھاری بھاری اور بے جان معلوم ہونے لگا۔

یکایک وہ چونک پڑی۔ ہال میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ سب دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وینا نے بھی دیکھا۔ نرسیں ایک عورت کو سٹریچر پر ڈالے لا رہی تھیں۔ اس کے تمام کپڑے خون سے بھرے ہوئے تھے اور اس کا چہرہ بالکل سفید ہو رہا تھا نرسیں آپریشن روم میں لے گئیں اور ہال میں قیاس آرائیوں کا ایک سیلاب سا آ گیا۔ کوئی کہہ رہی تھی کہ یہ عورت حادثہ کا شکار ہوئی ہے۔ اور کسی کا خیال تھا کہ اسے اس کے شوہر نے مارا پیٹا ہوگا۔ مگر جب نرس آئی اور اس نے اس عورت کا حال بتایا تو سب کی سب سہم کر چپ ہو گئیں۔ وہ عورت شرنارتھی تھی۔ اور اسے نواں مہینہ جا رہا تھا۔ گھر میں پانچ بچے تھے اور اس کا مالک ہڑتال کرتے ہوئے پکڑا گیا تھا۔ یہ پاپڑ بیل اور بھٹی بیس کر گذارہ کرتی تھی لیکن پورے دنوں میں تو ٹھیک سے بیٹھا بھی نہیں جاتا اور یہ عورت اکڑوں بیٹھ کر اور سارے جسم کا زور لگا کر بھٹی پیستی اور پاپڑ بیلتی رہی نتیجہ یہ ہوا کہ اس

169
www.taemeernews.com

عورت کی بچے دانی کا منہ پھٹ گیا۔ آٹھ دن تک خون بہتا رہا، وہ کام کرتی رہی۔ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور بچہ اندر ہی اندر سوکھ گیا۔ اب اسے آپریشن کے لئے لایا گیا تھا مگر اس کے بچنے کی قطعی امید نہ تھی۔ جب بچہ پیٹ ہی میں سوکھ جائے تو..... اور ہال میں بیٹھی ہوئی ساری عورتوں کی آنکھوں کے آگے ایک بھیانک سماں ناچنے لگا۔

اگر حالات بگڑتے گئے۔ بچے پیدا ہوتے گئے۔ زندگی کی سختیاں موت کے شکنجے میں تبدیل ہوتی گئیں تو ایک دن..... ایک دن ان کا بھی یہی حال ہوگا ——— موت خون چوس کر ان کے چہروں کو سفید کر دے گی۔ اور اس عورت کی لاش اٹھ کر باری باری ہر عورت کی آنکھوں کے سامنے گذرنے لگی۔

سب عورتوں پر ہیبت کا غلبہ چھا گیا۔ اور تب ایک بوڑھی عیسائی عورت کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے بال سفید تھے۔ اس کی آنکھوں پر سفید دھات کے فریم کا چشمہ تھا جس کی کمانیوں کی جگہ دھاگے باندھے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی میلی کتاب تھی۔ وہ آکر ان کے درمیان کھڑی ہوگئی۔

"بیٹیوں یہ تمہارے لئے بہت کڑی گھڑی ہے، تمہاری موت اور زندگی کا سوال ہے۔ اس وقت کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئیگا۔

170
www.taemeernews.com

نہ ماں باپ نہ شوہر نہ بیٹا۔ بس تمہاری جان بخشے گا تو وہ خدا کا بیٹا یسوع مسیح۔ تم اسے کرشن کہہ لو۔ محمدؐ کہہ لو۔ گرو کہہ لو۔ اِس گھڑی اسی کو یاد کرو۔ اس یسوع مسیح کو جو گنہگار روحوں کو نجات دلانے آیا۔ جو تکلیف پانے والی روحوں کو شفا بخشتا ہے۔ آنکھیں موند لو۔ اپنا من سب طرف سے ہٹا لو۔ اسی خدا کے بیٹے سے لو لگا لو اور اپنی نجات کی دعا مانگو۔ وہ ضرور تمہیں نجات دلائے گا۔"

اور ہیبت زدہ، افلاس زدہ، ستم زدہ عورتوں کی آنکھیں مند گئیں۔ ان کے دل سب طرف سے ہٹ کر اپنے کرشن، محمد، یسوع مسیح اور گرو کے قدموں میں پہنچ گئے۔ وہ بھجن گانے لگیں۔ دعا کرنے لگیں۔ منتیں مانگنے لگیں۔ لیکن وینا نے اپنی آنکھیں نہیں موندیں۔ اس نے کسی سے لَو نہ لگائی۔ وہ باری باری ہر عورت کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اَن کے چہرے کیوں سہمے ہوئے ہیں؟ ان کے ہونٹ کیوں کانپ رہے ہیں؟ یہ تو نئی زندگی کو جنم دینے جا رہی ہیں۔ یہ تو انسانی نسل کی نئی پود لگانے والی ہیں۔ یہ تو اس کائنات کی اتنی بڑی خدمت کرنے جا رہی ہیں جتنی بڑی خدمت صرف قدرت ہی کر سکتی ہے۔ پھر ان کی پیشانی پر مسیح کا سنہری نور کیوں نہیں ہے؟ ان کے ہونٹوں کے کونوں سے مسکراہٹ کی کونپلیں کیوں نہیں پھوٹ

171
www.taemeernews.com

رہی ہیں ؟ ان کا جسم نئے دھان کے کھیت کی طرح سرسبز نظر آنے کی بجائے قبر کی طرح مردہ کیوں معلوم پڑتا ہے ؟ ——— وہ کونسی طاقت ہے جس نے ایک عورت سے ماں بننے کی ازلی خواہش اور مسرت چھین لی ہے ؟ یہ کیسا زمانہ ہے جس میں نئی نسل کا استقبال اس طرح کیا جا رہا ہے ؟ ——— وینا کے دماغ میں یہ سوال ہتھوڑوں کی ضرب بن کر گونجنے لگے اور ان سوالوں کا جواب دور نہ تھا، مشکل نہ تھا۔ ان سوالوں کا جواب وینا کے گرد بیٹھی ہوئی ہر ایک عورت کے چہرے پر بڑے صاف لفظوں میں لکھا ہوا تھا۔ ان عورتوں کی ازلی خواہش اور مسرت کا خون، بھوک اور افلاس نے کیا تھا۔ وہ بھوک اور افلاس جو آدمی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جسے اس نظام نے جنم دیا ہے جس میں لوٹ کھسوٹ کو ہر انسان کا ذاتی حق تسلیم کیا جاتا ہے اور کمزور اور غریب لوگوں کو جابر اور چالاک انسانوں کے رحم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

وینا نے بڑے واضح طور پر محسوس کیا کہ اگر ہر انسان کی بنیادی ضروریات کو پورا نہ کیا گیا اور عام آدمی کی زندگی کو آسان نہ بنایا گیا تو انسانی نسل خطرہ میں پڑ جائے گی اور انسان نسلی خودکشی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ٭٭

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

نیا جنم

www.taemeernews.com

175
www.taemeernews.com

"ناری اپنے پتی کے انتم درشن کرلے" اور یہ کہہ کر اچارج نے لیلا کے پتی کے منہ سے کفن اٹھا دیا۔ لیلا سے اس کا چہرہ دیکھا نہ گیا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔ اچارج پھر بولا "ناری اپنے پتی کو انتم نمسکار کر"۔ اور لیلا کو عورتوں نے سہارا دے کر چتا کے سرے پر کھڑا کر دیا جدھر لاش کے پاؤں تھے۔ آنکھیں موندے موندے لیلا جھکی، اس نے چتا کے کنارے پر ماتھا ٹیکا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ناری، اس پُرش سے تیرا ناطہ سدا کے لئے ٹوٹتا ہے" اور یہ کہہ کر اچارج نے چتا کو آگ لگا دی۔

دھواں، پھر لپٹیں، چٹکتی ہوئی لکڑیوں کا شور اور منتروں کا جاپ۔

لیلا کو کچھ یاد نہیں، اُسے صرف اتنا یاد ہے چتا کا دھواں اسکی آنکھوں میں بھر رہا تھا۔ آگ کی لپٹیں اس کے گال جھلسا رہی تھیں

176 www.taemeernews.com

اور راکھ اڑ اڑ کر اس کے بالوں میں بھر رہی تھی۔ پھر عورتوں نے اسے لے جا کر ندی میں نہلایا تھا۔ اس کا سر دھویا تھا۔ اور پھر اُسے گھر کی اور لے چلی تھیں۔

لیکن جب لیلا گھر کی اور چلی تو اسے محسوس ہوا جیسے وہ پہلے والی لیلا نہیں ہے۔ وہ بدل گئی ہے۔ دونچھ کی طرح ہلکی ہو گئی ہے۔ اس کا جسم پارد رشی ہو گیا ہے اور سورج کی کرنیں اس کے انگ انگ کو روشن کر رہی ہیں۔ اسے لگا جیسے اس کے احساسات کے شیشوں کو کسی نے دھو پونچھ کر بالکل صاف کر دیا ہے اور روشنی اور رنگ چھن چھن کر اس کے دماغ تک پہنچ رہے ہیں۔ اس نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ اسے دھوپ بہت تیز اور سفیدگی۔ اس نے آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھائی۔ اسے آسمان بہت شفاف اور گہرا نیلا لگا۔ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ آسمان کی گہرائیوں میں ایک سفید رنگ کا خوب صورت کبوتر اُڑ رہا ہے۔ سامنے پیڑوں کے پتے بھی تازہ ہرے رنگ کے ہیں۔ سامنے تارکول کی سڑک بھی گہرے سُرمئی رنگ کی۔ اُس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہی ہے۔ 'آج سب کچھ نیا نیا سا لگ رہا ہے۔' نہ جانے کس نے اس کے اندر اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ اس کے ہونٹوں کے کونے نرم پڑ گئے۔ 'آج میرا نیا جنم ہوا ہے۔'

177
www.taemeernews.com

آج واقعی لیلا کا نیا جنم ہوا تھا۔ آج اس کا پتی نہ مرا تھا۔ آج اس کا سہاگ نہ اُجڑا تھا۔ ایک بھیانک خواب تھا جو ختم ہو گیا تھا، ایک پھوڑا تھا جو پھوٹ گیا تھا، ایک کانٹا تھا جو نکل گیا تھا اور لیلا اپنے سینہ میں اک ایسی ہلکی ہلکی کسک اور اک ایسا سُہانا سُہانا پن انوبھو کر رہی تھی جیسا کسی درد کرتے ہوئے حصّہ کے کٹ جانے پر محسوس ہوتا ہے۔

سچدیو، اس کا پتی، سچ مچ اس کے جیون کا ایک درد کرنا ہوا انگ تھا۔ پچھلے کچھ مہینوں سے وہ انسان نہیں بلکہ ایک جلن، اک کڑاہن، اک زہریلا ڈنک بن گیا تھا۔ جو لیلا کے انگ انگ میں دُکھ، نراشا، تنگی، بے عزّتی اور ڈر کا زہر بھر رہا تھا۔ وہ اک ایسا پریت بن گیا تھا جس کے قدم پھرتے ہی گھر میں جھاڑو پھر جاتی ہے اور گھر کا گھر اُجڑ جاتا ہے۔

آج جب لیلا کے احساس پھر سے جاگ اٹھے تھے اور اسکی پلکیں پھر سے پھول کی پنکھڑیوں کی طرح کھل اُٹھی تھیں، وہ اک انجان اور غیر آدمی کی طرح اپنی زندگی کے حالات پر غور کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ سچدیو تو ایسا نہ تھا! زندگی جو اتنے خوب صورت ڈھنگ سے شروع ہوتی ہے، اتنے بھیانک انجام

178
www.taemeernews.com

پر کیسے ختم ہوتی ہے؟ کیا مسکراہٹیں اور محبت کی قسمیں، اتنے جھوٹ، اتنے عیبوں کو چھپا سکتی ہیں؟

لیلا کو یاد آیا جب اس کی شادی ہوتی تھی تو اس کی تمام سہیلیوں نے اس کی قسمت پر رشک کیا تھا۔ 'ہائے دیکھو تو لیلا کو کتنا سُندر ور ملا ہے! رنگ دیکھو، روپ دیکھو، شریر دیکھو!' اور سچ مچ سچدیو تھا بھی ایسا ہی۔ اس کے گھنگھرالے بال، اس کا بھرا بھرا ہنس مکھ چہرہ، تندرست جسم —— لیلا نہال ہو گئی تھی۔ شادی کے پہلے سال کتنی محبت، کتنی راحت اور کتنی خوشی میں بیتے تھے۔ سچدیو نے اس کی ہر آرزو پوری کی تھی۔ اُسے ایک سے ایک عمدہ چیزیں لا کر دی تھیں۔ اس نے گھر میں ایک نوکر اور ایک نوکرانی رکھ دی تھی۔ لیلا کا کام صرف یہ تھا کہ وہ آرام کرے، بناؤ سنگھار کرے، گھومنے جائے اور سچدیو کے دوستوں کے ساتھ پکنکوں پر جائے۔

ایک ڈیڑھ سال اتنے آرام سے کٹے تھے کہ لیلا کو کبھی کبھی محسوس ہوتا یہ سب کچھ نقلی ہے، بناوٹی ہے، خواب ہے۔ زندگی میں اگر تنگی نہ ہو، خلش نہ ہو، ادھوری چاہیں نہ ہوں تو زندگی مصنوعی لگتی ہے —— لیلا نے جو چیز چاہی، اسے مل گئی، اس نے یہ جاننے کی کوشش کبھی نہ کی ان باتوں کے لئے روپیہ کہاں سے

179 www.taemeernews.com

آتا ہے۔ آمدنی کے ذریعہ کیا ہیں؟ اُسے صرف اتنا معلوم تھا کہ سچدیو کی کچھ خاندانی جائداد ہے اور کتابوں اور کاپیوں کی ایک دکان ہے۔ وہ بارہا دکان پر بھی گئی تھی۔ دکان پر سچدیو کے دوستوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ اس نے دکان پر گاہک آتے بہت کم دیکھے تھے لیکن پھر بھی اُسے یہ خیال نہ آیا کہ اس دکان سے اتنی آمدنی کیونکر ہوتی ہے۔

شادی ہوئے دو سال گذر گئے اور لیلا اک بچی کی ماں بنگئی۔ جنا پے کے لئے لیلا اپنی ماں کے پاس چلی گئی تھی۔ لیلا ماں کے یہاں جانا نہ چاہتی تھی لیکن نہ جانے کیوں سچدیو نے بہت زور دیا کہ وہ چلی جائے۔ سچدیو نہ جانے کیوں پریشان سا رہتا تھا۔ وہ گھر بھی دیر سے لوٹتا تھا اور اس کے بال روکھے، ہونٹ سوکھے اور دماغ بوکھلایا سا رہتا تھا۔ لیکن لیلا کی دیکھ بھال میں اس نے کوئی کمی نہ کی۔ وہ یہی کہتا کہ مجھے تمہاری چنتا کھائے جاتی ہے اگر تم کو کچھ ہوگیا تو..... اور لیلا کو یقین آگیا کہ وہ اُسی کے لئے پریشان رہتا ہے۔ وہ خوشی خوشی اپنی ماں کے یہاں چلی گئی لیکن ایک مہینہ بیتا، دوسرا مہینہ بیتا، تیسرا مہینہ بیتا، سچدیو نے اسے بلانے کا نام نہ لیا۔ وہ خود چار پانچ دفعہ اُسے دیکھ گیا لیکن لیجانے

180 www.taemeernews.com

کے نام پر بہانے بناتا۔" مجھے بڑا کام ہے۔ ایک سرکاری ٹھیکہ ملنے والا ہے۔ بڑی دوڑ دھوپ کرنی پڑ رہی ہے۔ تم نہ آنا ورنہ میں اتنی کوشش نہ کر سکوں گا۔"

لیلا نے پہلے تو یقین کیا لیکن جیسے جیسے وقت گذرنے لگا اُسے شبہ ہونے لگا اور ایک دن بغیر کہے وہ اپنی ماں کے ہاں سے چل دی۔ گاڑی سے اُتر کر لیلا سیدھی گھر آئی۔ گھر میں قدم رکھتے ہی اس کا ماتھا ٹھنکا۔ سارا گھر اوبڑ کھابڑ پڑا تھا۔ سچدیو اور اس کے دوست مکان کی چھت سے دوسری طرف ٹرنک وغیرہ لٹکا رہے تھے۔ لیلا کو دیکھتے ہی سچدیو کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ "تم، تم آگئیں۔" اور اسی وقت باہر سے ڈونڈی پیٹنے کی آواز آئی۔ ڈونڈی والا کہہ رہا تھا: "ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آج دس بجے سچدیو ولد منوہر لال ساکن دتی کی جائداد نیلام کی جائے گی۔ دس ہزار سے اوپر بولی بولنے والے کے نام بولی چھوڑ دی جائے گی۔ ڈگری کی رقم سے کم بولی آنے پر عدالت کو اختیار ہے کہ وہ نیلام کی دوسری تاریخ مقرر کرے"

ڈونڈی کی آواز نے جیسے لیلا کی دنیا کی دیواریں ہلا ڈالیں۔ اُسے لگا جیسے بھونچال آرہا ہے اور وہ پھٹتی ہوئی دھرتی پر جان بچانے کے لئے بھاگتی پھر رہی ہے لیکن دوسرے لمحہ وہ بالکل خاموش

ہوگئی۔ اس نے کچھ نہ کہا، صرف آنگن میں بچّی کو لئے پتھّر کی مورت سی بیٹھی رہی اور باہر مکان کی بولیاں لگتی رہیں ـــــ "چار ہزار" "چھ ہزار"، "آٹھ ہزار" "۱ ہزار"، "۱۱ ہزار" ـــــ "۱۱ ہزار اک، ۱۱ ہزار دو۔ ۱۱ ہزار تین۔" لیلا کی دنیا نیلام ہو گئی۔

کچھ کپڑے، کچھ برتن، کچھ فرنیچر اور بہت سی بے آبروئی، ذلّت بدنامی اور رسوائی لے کر لیلا کرائے کے ایک چھوٹے سے مکان میں آگئی۔ سجدیو نے رو رو کر اُسے بتایا کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، کوئی بُرا کام نہیں کیا۔ اس کو صرف تجارت میں نقصان ہو گیا۔ اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے اس نے قرض لیا اور اس قرض کو چکانے کے لئے اسکا مکان نیلام ہو گیا۔ اس نے لیلا کی اور اپنی چھوٹی سی بچّی کی بار بار قسمیں کھا کر لیلا کو اپنی معصومیت کا یقین دلایا اور لیلا نے اُن آنسوؤں اور اُن قسموں کو سچ مان کر سجدیو کو معاف کر دیا۔

لیلا نے اپنی عادتوں کو ایکدم بدل ڈالا۔ گھر کا سارا کام وہ خود کرنے لگی۔ سیر و تفریح بالکل بند کر دی۔ سجدیو کی دکان تو اُٹھ ہی گئی تھی، اب اس نے ایک دوست کی دکان پر نوکری کر لی۔ گنی چُنی تنخواہ آتی لیکن لیلا نے اسی میں گھر کا کام چلانا شروع کر دیا۔ لیکن سجدیو کی فضول خرچیاں کبھی کبھی لیلا کو پریشان کر دیتی تھیں۔ کبھی کبھی وہ بہت سی

182 www.taemeernews.com

بے کار اور قیمتی چیزیں لے آتا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر گھر آتا اور لیلا کو زبردستی ہوٹلوں میں لے جاتا۔ ان کاموں کے لئے وہ لیلا سے اک پائی نہ لیتا۔ اگر لیلا پوچھتی تو کہہ دیتا "میرے ایک دوست پر روپئے تھے، آج اس نے لوٹائے ہیں"۔ "میں نے اپنے دوست کو بزنس لاکر دیا تھا، اس نے کمیشن دیا ہے"۔ لیلا کچھ نہ سمجھ پاتی کہ کبھی اس کی جیب بالکل خالی ہوتی ہے اور کبھی اس میں نوٹ بھرے ہوتے ہیں۔

اب سچدیو بہت دیر سے گھر لوٹتا تھا۔ اس نے لیلا کو بتایا کہ وہ اک بیمہ کمپنی کا ایجنٹ بن گیا ہے اور نوکری کے بعد لوگوں سے ملنے جاتا ہے۔ لیلا نے یقین کر لیا لیکن اس نے صاف محسوس کیا کہ وہ بہت پریشان نظر آتا ہے، اس کے ہونٹ خشک اور آنکھیں سُرخ رہتی ہیں۔ اس کی نگاہیں بہت بھوکی اور مبہم ہو گئی ہیں۔ وہ گھر کی تلاشی سی لیتی رہتی ہیں۔

ایک دن سچدیو جلدی جلدی آیا اور بولا: "لیلا تمہارے گلے کی وہ ہار کی زنجیر ہے نہ، جو ٹوٹی ہوئی ہے۔ اُسے دیدو میں ٹھیک کرا کر اور صاف کرا کر لاتا ہوں۔ میرے دوست کی دکان پر ایک سُنار آیا ہوا ہے"۔ لیلا خود اس زنجیر کو ٹھیک کرنا چاہتی تھی۔ اس نے زنجیر نکال کر سچدیو کو دے دی۔

رات گئے سچدیو لوٹا۔ اس نے لیلا کو زنجیر لوٹا دی۔ لیلا کو وہ زنجیر

183 www.taemeernews.com

بالکل نئی معلوم دی۔ اس نے سجدیو کو بتایا کہ زنجیر تو بالکل نئی معلوم پڑتی ہے لیکن سجدیو نے یہ کہہ کر اس کی تسلی کر دی کہ سنار نے مشین سے صاف کی ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اس کے تمام زیور اُسی سنار سے صاف کرائے گا۔ اک اک کر کے لیلا کے تمام زیور صاف ہو کر آ گئے۔ لیلا کو ہر بار محسوس ہوتا جیسا زیور بالکل نئے ہیں، لیکن سجدیو اس طرح باتیں کرتا کہ اسے یقین آجاتا۔ لیکن پھر بھی اُسے محسوس ہوتا جیسے سجدیو کی باتیں ضرورت سے زیادہ سچی اور تسلی دینے والی لگتی ہیں۔ اس کا برتاؤ کچھ عجیب سا ہے۔ سجدیو اسکے لئے ایک الجھن سی بنتا جا رہا تھا۔ اس کی الجھن اُس دن اور بڑھ گئی جب وہ اور اس کا دوست آئے اور اسکی تمام قیمتی ساڑیاں ڈرائی کلین کرانے کے لئے لے گئے۔ ان دنوں سجدیو رات رات باہر رہتا تھا۔ لیلا کے دل میں نامعلوم شبہ پیدا ہو رہے تھے۔ سجدیو نے وعدہ کیا تھا کہ اس کی ساڑیاں ایک ہفتہ میں دُھل کر آجائیں گی۔ وہ اُن کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کہ سجدیو اپنے دوست کے ساتھ آیا اور بولا: "لیلا ــــــ یہ رندھیر ہماری کپڑا سینے کی مشین مانگ رہا ہے۔ ان کی مشین خراب ہو گئی ہے۔ آٹھ دس دن کے لئے دیدو۔" لیلا نے غور سے سجدیو کی طرف دیکھا۔ سجدیو آنکھیں پھیرے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا اور بار بار اس کے چہرے پر کوئی سیاہ سی چیز کروٹ لیتی نظر آتی تھی جسے

184 www.taemeernews.com

نہ جانے کس طرح یقین ہو گیا ہے کہ سچدیو اُسے دھوکہ دے رہا ہے۔ جواب دئے بغیر وہ رسوئی میں چلی گئی۔

سچدیو مشین اٹھا کر لے گیا۔ اس رات وہ گھر نہ لوٹا۔ صبح جب وہ گھر لوٹا تو اس کی آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے، بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر وحشت تھی۔ نہ جانے کیسے، نہ جانے کیونکر لیلا کے منہ سے نکل پڑا۔

"بیچ آئے میری مشین۔ پڑ گئی کلیجے میں ٹھنڈک۔"

اور اس کا یہ کہنا تھا کہ جوالا مکھی پھٹ پڑا۔ سچدیو جیسے پاگل ہو گیا۔ اس نے لیلا کی گود سے بچی کو چھین کر زمین پر پٹخ دیا اور لیلا کے منہ پر طمانچوں کی بارش کر دی۔ اس نے لیلا کو گرا دیا اور اُس کا گلا گھونٹتے ہوئے بکنے لگا: "ہاں میں نے مشین بیچ دی۔ میں نے تیری ساڑیاں بیچ دیں، میں نے تیرے سونے کے زیور بیچ کر بچھے پیتل کے لا دئے۔ مگر تو کون ہوتی ہے؟ وہ میرے تھے، میری کمائی کے تھے۔ میں نے انھیں جوئے میں ہار دیا۔"

"جوا"۔ اور جیسے لیلا کے دماغ میں ایک دھماکا ہوا۔ "جوا۔" اور اسکے دماغ میں ایک ساتھ تمام باتیں روشن ہو گئیں ــــ "تو سچدیو جوا کھیلتا ہے اس نے اپنی جائداد، میرے گہنے زیور سب جوئے میں گنوائے ہیں تبھی یہ رات کو دیر سے آتا ہے اور کبھی اسکی جیب خالی ہوتی ہے اور کبھی روپوں سے بھری۔"

185
www.taemeernews.com

سچدیو کی وہ سونے کی مورت پل بھر میں جل کر سیاہ ہوگئی۔ محبت اور یقین اور وشواش کی دنیا جلکر راکھ ہوگئی اور لیلا نے جب اُس راکھ کو ٹٹول کر دیکھا تو اُسے معلوم ہوا کہ اب کچھ نہیں بچا ہے۔

سچ مچ کچھ نہ بچا تھا۔ گھر میں برتنوں، پرانے کپڑوں اور فرنیچر کی دو چار چیزوں کے علاوہ کچھ نہ بچا تھا۔ سچدیو کی وہ بناوٹی محبت بھی نہ بچی تھی۔ سچدیو اپنے خول سے باہر نکل آیا تھا۔ اب وہ نڈر، بے خوف، بے حیا تھا۔ اُسے چھپانے کی جھوٹ بولنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس نے لیلا کو نہیں مارا تھا بلکہ لیلا کے دل میں اپنے پہلے خوبصورت معصوم اور نیک تصویر کو مارا تھا۔ اب اس نے فخر سے اُسے بتایا کہ اس کی کوئی نوکری نہیں ہے۔ وہ جوا کھیلے گا۔ کوئی کام نہ کرے گا اور ایکدن اپنی دولت واپس جیت لے گا۔

لیلا بہت روئی، بہت پیٹی۔ اس نے گھر کی باقی چیزوں کو بکتے ہوئے دیکھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ ایک دن اس کی شادی کا پلنگ بھی بک گیا۔ گھر میں ٹوٹے ٹرنکوں، ٹوٹی کھاٹوں اور چھوٹے برتنوں کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا۔ روٹی کے لالے پڑنے لگے۔ لیکن وہ کچھ نہ کر سکی۔

اب سچدیو گھر میں بیٹھ کر جوا کھیلتا —— دن بھر، رات بھر تاش پیٹتے۔ لیلا نے اعتراض کیا۔ سچدیو نے اُسے پیٹا۔ تین دن تک گھر میں

186 www.taemeernews.com

ناقہ رہا ـــــ لیلا نے قسم کھائی کہ وہ جوئے کی کمائی نہ کھائے گی لیکن جس دن جب اس کی بچی کو محلہ والوں نے بھی کچھ نہ دیا تو وہ اٹھی، اس نے چولھا سلگایا۔ جوئے کی کمائی سے کھانا بنایا، بچی کو کھلایا، سچدیو کو کھلایا خود کھایا۔

وقت کے ساتھ ساتھ لیلا بھی سچدیو کے ساتھ سازش میں شامل ہونے لگی۔ بھوکوں تو نہیں مرا جائیگا۔ جو کچھ گنوایا ہے وہ تو لوٹایا جائیگا جس طرح بھی ہو جیسے بھی ہو۔ اور لیلا نے جوئے پر اعتراض کرنا چھوڑ دیا۔ غیر شعوری طور پر وہ بھی جوئے میں دلچسپی لینے لگی۔ جوا اس ذلت سے برا تو نہ تھا جو لیلا اٹھا رہی تھی۔

پچھلے چار مہینوں سے لیلا سارے محلہ میں اپنے کو ذلیل کر رہی تھی۔ وہ محلہ والوں سے روپے، آٹا، نمک، مسالہ، گھی، تیل، سبزی دال، کوئلہ غرض یہ کہ سب چیزیں مانگتی پھر رہی تھی۔ شروع میں لوگوں نے ادھار سمجھ کر دیا، پھر خیرات سمجھ کر لیکن بعد میں انہوں نے انکار کرنا اور ذلیل کرنا شروع کر دیا۔ عورتیں اس کی بے حیائی، ذلالت، کمینگی اور ندیدے پن کی چرچے کرنے لگیں۔ اس کی سونا سی آبرو خاک میں مل گئی۔ اور جب وہ خاک میں مل گئی تو اس نے بے حیائی کو پورے طور پر اپنا لیا۔ اب اسے چیزیں مانگتے شرم نہ آتی۔ یہی نہیں اس نے اپنی بچی کو

187 www.taemeernews.com

بھی چیزیں مانگنے کے لئے بھیجنا شروع کر دیا۔ وہ کھانے کے وقت خود اپنی بچی کو دوسروں کے گھر بھیجنے لگی۔ لوگ اُسے اور اس کی بچی کو ٹکڑے دے دیتے تھے لیکن اس طرح جس طرح کتّوں کو دے رہے ہوں۔

مہینے بیت گئے، برس بیت گیا۔ تن کا ناش، من کا چین، آتما کا اجالا اور گھر کا اثاثہ پوری طرح لُٹ گیا۔ سجدیو جوئے میں نہ جیتا۔ دن نہ پھرے۔ نراشا اور ناکامی نے سجدیو کی روح کو اندھا کر دیا۔ اب وہ انسان نہ تھا، وہ شیطان تھا۔ وہ دن رات جُوا کھیلتا تھا۔ جیتتا تھا تو شراب پیتا تھا، ہارتا تھا تو لیلا کو مارتا تھا۔ سجدیو اپنے ہی کو نہیں بلکہ لیلا کو اور اپنی بچی کو بھی کھا رہا تھا۔ اسی دوران میں لیلا دوسرے بچے کی ماں بنی۔

ماں باپ کے گناہ کا پھل اولاد کو بھوگنا پڑتا ہے! لیلا نے یہ بات اکثر سُنی تھی لیکن اُسے خیال بھی نہ تھا کہ اس کی زندگی میں بھی یہ سچ آن کھڑا ہوگا ——— اسکے جو بچہ پیدا ہوا ماس کا ایک ایسا لوتھڑا تھا جس پر غریبی، بھوک، جلن، کڑھن اور باپ کے بُرے چلن کی چھاپ تھی۔ وہ بہت کمزور تھا، اس کے سارے جسم پر جھرّیاں تھیں اور اس کی ایک آنکھ غائب تھی۔

لیلا اس چوٹ کو سہہ نہ سکی۔ اس کے لئے دنیا اندھیری ہو گئی۔

188 www.taemeernews.com

سچدیو اس کی زندگی کا شراپ بن گیا۔ اس کا سایہ گہن کے سائے کی طرح منحوس ہو گیا ـــــــ سچدیو اب اس کا پتی نہ تھا وہ اک بھوت تھا جو اس کی زندگی کی سرحدوں پر چکّر لگا رہا تھا۔

اسی لیے جب ایک دن شرابی دوستوں کے ساتھ ایک موٹر حادثہ میں سچدیو کی موت ہو گئی تو لیلا کی آنکھ میں ایک آنسو تک نہ آیا۔ اور جب وہ اس کا داہ سنسکار کر کے لوٹی تو اُسے اُلٹا یہ محسوس ہوا جیسے اک بھیانک خواب تھا جو ختم ہو گیا، ایک پھوڑا تھا جو پھوٹ گیا، اک کانٹا تھا جو نکل گیا اور تب ہی بے اختیار اس کو محسوس ہوا تھا ـــــــ 'آج میرا اپنا جنم ہوا ہے' + +

(اشوک پریس دہلی)